

پیغمبر فرزوں کی طبقہ معارف می خپڑے

مدیر:
سید شاہد ہاشمی

MA'ARIF FEATURE

نائب مدیر ان: مسٹر ظفر خان، سید سعیج الدین حسینی، نویپون - معاون مدیر: غیاث الدین

ڈی - ۳۵، بلاک - ۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی - ۷۵۹۵۰

نوون: ۳۶۸۰۹۲۰ - ۳۶۳۲۹۸۳۰ (۹۲-۲)، فیکس: ۳۶۳۲۱۰۳۰

مرکزی پا: www.irak.pk، وہب گاہ: irak.pk@gmail.com

- ۱ - معارف فیض ہر ماہ کی کمک اور سولہ تاریخوں کو شائع کیا جاتا ہے۔ اس میں دنیا بھر سے (ہمیں) دستیاب ایسی معلومات کا اختیاب پیش کیا جاتا ہے، جو اسلام سے وجہی اور ملت اسلامیہ کا دردر کھئے والوں کے غور فکر کے لئے اہم یامغایہ ہوتی ہے۔
- ۲ - پیش کیا جانے والا لوازم بالعموم بلطفہ شائع کیا جاتا ہے۔ کسی مضمون، نقطۂ نظر، خیال یا معلومات کا اختیاب کی وجہ سے ہمارا تقاضہ ہمیں، اس کی اہمیت ہوتی ہے۔ کسی مضمون یا معلومات کی ملک تربیہ یا اس سے اختلاف پیش کیا لوازم کو بھی جگہ دی جا سکتی ہے۔
- ۳ - معارف فیض کو ہر بہانے کے لیے مفید معلومات کے حصوں یا ان کے ذریعہ تک رسائی میں آپ کی مدد کا خیر مقصد کیا جائے گا۔
- ۴ - ہمارے فرماں کردہ لوازموں کے مرید، لیکن غیر جاری ابلاغ کی عام اجازت ہے۔
- ۵ - معارف فیض کی کوئی قیمت مقرر نہیں۔ ہمارے عطیات کی ضرورت بھی رہتی ہے اور عطیات قبل بھی کیے جاتے ہیں۔ اسلامک دیسروچ اکیڈمی کو اچھی

مطابق یہ سوال اب تک برقرار رہے کہ فوجی حکمرانوں اور سیاسی قیادت کے درمیان طے پانے والا معاهدہ کیا واقعی ملک کو حقیقی استحکام کی راہ پر گامزرن کرنے کا موقع ہے یا کچھ زیادہ ہی امید کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ کئی چیزیں ہیں جن سے مٹنا لازم ہے۔

معیشت کا بہت بُرا حال ہے۔ حقیقی معاشی استحکام لقینی بنانا بہت بُرا چیز ہے۔ دارالحکومت خرطوم کے مغرب اور جنوب کے علاقوں میں معاملات کو پر من طور پر طے کر کے حقیقی استحکام کی راہ پر کرفی پڑے گی۔ عمر العشیر کے وفاداروں کی بڑی تعداد نے ریاستی اداروں پر قبضہ کر رکھا ہے۔ ان اداروں کو چھڑا کر بہتر انداز سے کام کرنے کے قابل بنانا ہے۔

سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ یافوج عوامیے پر پوری دیانت کے ساتھ عمل کرتے ہوئے ۲۰۲۲ء میں اقتدار سے الگ ہو کر انتخابات کے ذریعے سیاسی قیادت کو ملک سنبھالنے کا موقع دے گی۔

۱۹۴۵ء میں آزادی کے بعد سے ملک پر پیشہ وخت فوجی ہی حکومت کی ہے۔ پیڑیک ریکارڈ کیتھے ہوئے حقیقی سیاسی استحکام کی راہ کا ہمارا کیا جانا کسی بھی طور کوئی آسان کام نہیں۔

اندرونی صفات پر:-

- افغانستان کا مستقبل اور معاملات کی جگہ
- اخوان المسلمون کا امت کے نام اہم پیغام
- اوردن میں حلیفوں کی تلاش میں۔۔۔
- بھارت پہلے سے زیادہ خطرناک
- پاکستان پر سعودی عرب کی گرفت
- بھارت پڑوس کی طرف جھکاؤ
- دہشت گردی: گھبرائے نہیں!
- ایسی پر گرام، ایران کو کیسے روکیں؟
- بھارت خوف کا شکار کیوں؟

سوداں کا سیاسی بحران

پانے والے معابرے کے تحت سیاسی تبدیلی اور جمہوریت کی بحالی کی مجموعی مدت تین سال اور تین ماہ ہے۔ یہ معاهدہ ۲۹ سال تک حکومت کرنے والے عمر العشیر کو فوج کی طرف سے ہٹانے کے شین ماہ بعد طے پایا۔ اس سے قبل عمر العشیر کو ہٹانے کے لیے ملک بھر میں بدترین ہنگامہ آرائی ہوئی جس میں بہت سے لوگ مارے گئے اور بیکروں رنجی ہوئے۔

معاهدے کے تحت بیکروں پر مشتمل سو بیلین حکومت قائم کی جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ ایک خود مختار کنسل بھی صدارتی منصب کی حیثیت سے کام کرے گی۔ اس دس رکنی کنسل میں پانچ ارکان فوج سے اور پانچ مراجحتی تحریک سے ہوں گے۔

کنسل کا گیراہوں رکن سو بیلین ہو گا جسے فریقین مل کر منتخب کریں گے۔ پہلے ۲۱ ماہ اس کنسل کی قیادت فوج کرے گی اور اس کے بعد سو بیلین نمائندہ ۱۸ ماہ قیادت کا فریضہ نجام دے گا۔

فوج نے عمر العشیر کو ۲۰۱۹ء کو بر طرف کیا تھا۔

تب سے جو ہنگامہ آرائی ہوئی ہے ان کی غیر جاذب دارانہ اور

شفاف تحقیقات شروع کرنے کا معاهدہ بھی ہوا ہے۔

مصر کے الارام بیٹھ فار پٹھیکل ایڈٹ اسٹریچ جگ اسٹریز میں سوداں سے متعلق امور کے ماہر ہانی رسان کہتے ہیں کہ سوداں میں فوج اور سیاسی قیادت کے درمیان جو معاملہ طے پایا ہے وہ حالات کے ناظر میں بہترین ہنگامی دیتا ہے، مگر یہ حقیقت بھی تعلیم کرنی پڑے گی کہ ملک کو حقیقی سیاسی و معاشی استحکام کی راہ پر گامزرن کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس حوالے سے فریقین کو بہت محنت کرنی پڑے گی، بہت سے معاملات میں فراخ دلی اور ایسا ہر سے کام لیما پڑے گا۔ ہانی رسان کے

جزہ ہندوی

اقدار میں شرکت کے طاقتور فارموں کا تھیں ہو جانے کے بعد بھی سوداں کا سیاسی بحران آسائی سے ہل ہوتا رکھائی نہیں دے رہا۔ عام انتخابات کم و بیش تین سال دور ہیں۔ ایسے میں فوج اور سیاسی مراجحتی تحریک کے درمیان جو کچھ طے پایا ہے اس کے مطابق معاملات کا نہایا جانا ناگزیر ہا ہو چکا ہے۔

حقیقی سیاسی استحکام کی راہ میں متعدد رکاوٹیں ہیں جو اس و استحکام بحال کرنے کے پورے عمل کو دا پکا سکتی ہیں۔

سوداں کے فوجی حکمرانوں اور سیاسی مراجحتی تحریک کے قائدین کے درمیان اقدار میں شرکت کی ڈل کو جمہوریت کی طرف ایک انتہائی اہم قدم کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ تحریکیار مختلف حوالوں سے خدشات کا اٹھا کر رہے ہیں۔ ان کا استدلال ہے کہ کئی چیزیں جو کسی بھی وقت اہم بر ک انتخابات کے عقاوے سے قبل پوری صورت حال کو یکسر تبدیل کر کے جمہوریت کی بھال کے عمل کو فتح کر سکتے ہیں۔

افریقی اتحاد کی تنظیم اور اتحاد پیپلے سے سوداں کے فوجی حکمرانوں اور سیاست دانوں کے درمیان ۳ جون کو معاهدہ کر لیا۔ اس سے قبل دارالحکومت خرطوم میں فوجی ہیڈ کوارٹر کے ہاہر دھرنے کے باعث فوجی حکمرانوں اور سیاسی قیادت کے درمیان بات چیت کا سلسہ لکھم گیا تھا۔ اس موقع پر تشدید بھوت پڑا تھا جس کے نتیجے میں ۱۰۰ اسے زائد مظاہرین ہلاک ہوئے اور بیکروں رنجی ہوئے تھے۔

افریقی اتحاد کی تنظیم اور اتحاد پیپلے کی وساطت سے طے

مختطف حکومتی مختلف حوالوں سے ناکامی کا شکار ہوتی رہی ہیں۔

نیشنل اسٹریٹجی اور ۱۹۸۹ء میں فوج نے مختطف حکومت کا تختہال کراہت اپنے قبضہ کیا اور سیاسی قیادت کی راہیں مسدود کر دیں۔ اس وقت سوڈانی معاشرت کی حالت اتنی بری ہے کہ اگر بھالی کے اقدامات میں تاخیر ہوئی اور عوام کو ریلیف نہ ملا تو عبوری مدت کے دوران جمہوریت کی بھالی کا عمل ٹریک سے اتر جائے گا اور معاهدے کی رو سے جس سیاسی عمل کی بھالی طے کی گئی ہے اس کے دوران بھی عوام کی بدحواسی اور بے بھینی معاملات کو مزید بگاڑ دے گی۔

عمر العشیر نے ۲۹ سالہ اقتدار کے دوران قومی معاشرت کو مستلزم کرنے پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔ انہوں نے اپنے رفتہ اور اتحادیوں کی کریشن سے واثقہ صرف نظر کر کے اپنے اقتدار کو طول دیتے رہنے پر توجہ مرکوز کی۔ عمر العشیر ہی کے دولتی حکومت میں ۲۰۰۴ء میں تمل کی دولت سے مالا مال خطر جنوبی سوڈان ملک سے الگ ہوا۔ اس کے نتیجے میں ملک کی عشروں کے بذریں معاشی بحران سے دوچار ہوا۔

سوڈانی معاشرت کو بھال کرنے کے لیے یہ ورنی فذ کی بڑے پیمانے پر ضرورت پڑے گی۔ یہ فذِ مکمل طور پر خلیج ریاستوں سے آئیں گے۔ معاشرت کی بھالی میں غیر معمولی حد تک معاون ثابت ہو کر خلیج ریاستیں چاہیں گی کہنی حکومت

عمر العشیر کے ایک بڑا حصہ اور ملک پر حکومت کرنے والی فوج کو نسل کے متعدد ارکان سیکولر مذاہقی تحریک کا سامنا کرنے کے لیے ہم خیال لوگوں کو تحفظ فراہم کرنے میں غیر معمولی دلچسپی لیں گے۔ مغربی اور جنوبی سوڈان میں فی الحال با غی خاموش ہیں مگر وہ کسی بھی وقت بیدار ہو کر معاملات کو تپٹ کر سکتے ہیں۔ بھی سبب ہے کہ تجزیہ کار جمہوریت کی بھالی کے راستے کو خاصاً پدھر خارج قرار دے رہے ہیں۔ ایک زمانے سے خرطوم حکومت کے خلاف لڑتے آرہے با غیوں نے سیاسی تبدیلی کے معاهدے کو بے وقت اور انقلاب سے خداری قرار دیا ہے۔ فوج اور سیاسی مذاہقی تحریک کے درمیان طے پانے والے معاهدے کے تحت پہلے ۲ ماہ کے دوران مغرب میں دارفر کے علاقے اور نوبہ کے پہاڑی خطے اور بلو ناک میں بغاوتوں تازہ معاملات ہیں۔ ہافی رسان کہتے ہیں کہ بیشتر با غی کروپ باتیں جیت کے ذریعے معاملات طے کرنا چاہتے ہیں تاکہ مزید خون خراپ نہ ہو اور اقتدار میں شراکت کا مرحلہ بخسن و خوبی طے ہو۔

(ترجمہ: محمد ابی الحسن خان)

"Sudan's political transition remains at risk despite power-sharing deal".
(thenational.ae", July 7, 2019)

کے وسیع الجیاد معاهدے سے قبل چھاپہ مار گروپوں سے بھی اسن معاهدہ کیا جانا جائیے۔ سوڈان میں مذہب اور نسل و زبان کا تنواع ہے۔ قومی و سماں میں زیادہ سے زیادہ حصہ پانے کے حوالے سے بغاوتوں واقع ہوتی رہی ہیں۔ قومی و سماں کی تقسیم میں انتیاز برترتے جانے کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

اس انتیاز ختم کرنے کے حوالے سے بھی بہت کچھ کیا جاتا رہا ہے۔ جنوبی سوڈان میں یہی بغاوت ۱۹۵۵ء میں شروع ہوئی، جو ۱۹۷۲ء تک جاری رہی۔ ۱۹۸۳ء میں شروع ہونے والی دوسری بغاوت کم و بیش دو شروں پر محیط رہی۔

ایکسویں صدی کے پہلے عشرے کے اوائل میں دارفر میں بغاوت کے دوران کم و بیش ۳۳ لاکھ افراد مارے گئے اور ۴۰ لاکھ سے زائد بے گھر ہوئے۔ اس بغاوت کے نتیجے میں عمر العشیر اور ان کے ساتھیوں پر انیشیل کر مل کورٹ میں مقدمہ بھی چلایا گیا۔ نوبہ کے پہاڑی خطے اور بلو ناک میں بغاوتوں تازہ معاملات ہیں۔ ہافی رسان کہتے ہیں کہ بیشتر با غی کروپ باتیں جیت کے ذریعے معاملات طے کرنا چاہتے ہیں تاکہ مزید خون خراپ نہ ہو اور اقتدار میں شراکت کا مرحلہ بخسن و خوبی طے ہو۔

عمر العشیر نے ۲۹ سالہ اقتدار کے دوران قومی معاشرت کو مستلزم کرنے پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔ انہوں نے اپنے رفتہ اور اتحادیوں کی کریشن سے واثقہ صرف نظر کر کے اپنے اقتدار کو طول دیتے رہنے پر توجہ مرکوز کی۔ عمر العشیر ہی کے دولتی حکومت میں ۲۰۰۴ء میں تمل کی دولت سے مالا مال خطر جنوبی سوڈان ملک سے الگ ہوا۔ اس کے نتیجے میں ملک کی عشروں کے بذریں معاشی بحران سے دوچار ہوا۔

سوڈانی معاشرت کو بھال کرنے کے لیے یہ ورنی فذ کی بڑے پیمانے پر ضرورت پڑے گی۔ یہ فذِ مکمل طور پر خلیج ریاستوں سے آئیں گے۔ معاشرت کی بھالی میں غیر معمولی حد تک معاون ثابت ہو کر خلیج ریاستیں چاہیں گی کہنی حکومت

سیہرت سید الابرار علیہ السلام
تیعنی: ایسا کتاب کہ شاید کوئی نہ ہوگی!

- ۱۔ گزارش ہے کہ جب آپ کا پتا تبدیل ہو جائے تو براؤ کرم ہمیں اس کی تحریری اطلاع میں بنا پتا لاتا خیر صحیح دیا کریں تاکہ پچھلے پتے پر جا کر پرچھ صاف نہ ہو۔ اگر ہمارا لکھا ہوا پتا ادھورا یا غلط نظر آئے تو تھیج میں ہماری مدد فرمائیں۔
- ۲۔ کسی صاحب کو ”معارف فچر“ ان کی خواہش کے بغیر جاری ہو گیا ہو یا اب اسے لینا پسند نہ ہو تو گزارش ہے کہ براؤ کرم ہمیں اس کی اطلاع دینے کی رحمت ضرور کریں تاکہ پرچھ کی ترسیل بند کی جاسکے۔
- ۳۔ یہوضاحت بھی ضروری ہے کہ ”معارف فچر“ جاری ہو جانے کے بعد از خود بند نہیں کیا جاتا۔ اگر آپ میں سے کسی صاحب/صاحب کو پرچھ بذریعہ اُاک ایک بار بھی ملا ہو تو انہیں سمجھنا چاہیے کہ بعد میں بھی ان شاء اللہ ملتار ہے گاتا آنکہ وہ خود منع کر دیں۔ اگر پرچھ ملنا رُک گیا ہو تو اس کا سبب تسل کا بند ہونا نہیں، کچھ اور ہو سکتا ہے۔ مثلاً ڈاک والوں کی ہر بانی یا پتا تبدیل ہو جانا۔ لہذا ”معارف فچر“ بذریعہ اُاک وصول کرنے والے اصحاب سے یہ گزارش بھی ہے کہ اس کے بند ہونے کی فوری تحریری اطلاع میں اپنے پورے نام اور کمل و درست پتے کے نہیں ضرور ارسال فرمائیں۔۔۔ ہم آپ کے تھاون دعاوں مشوروں اور بصوروں کے لیے ممنون ہوں گے۔ (مدیر)

نوفٹ:- زیرِ تعاون اور عطیات کے چیک/ڈرافٹ وغیرہ پر

Islamic Research Academy Karachi

لکھیے/لکھائیے۔ براؤ کرم کراچی سے باہر کے ہیک کا چیک نہ ہیجئے۔ خاصی رقم بینک چارجز کے نام سے کٹ جاتی ہے۔ خطو سکتابت اور ترسیل زرکے لیے ہمارا تباہی:

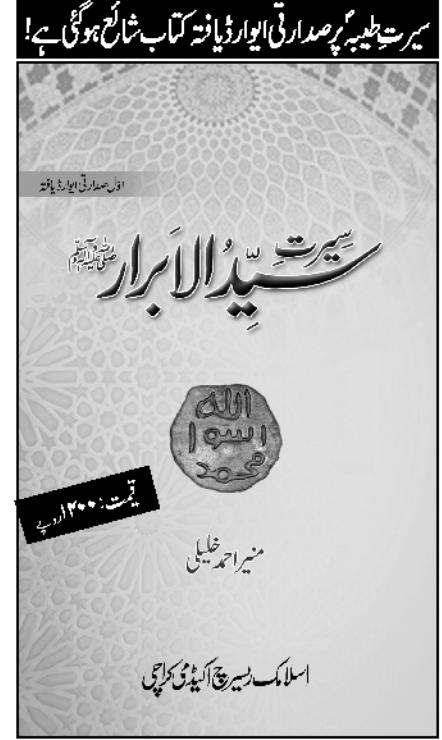
D-35, Block-5, F.B. Area, Karachi - 75950, Tel: (92-21) 36809201, 36349840

مختطف حکومتی مختلف حوالوں سے ناکامی کا شکار ہوتی رہی ہیں۔

کراہت اپنے قبضہ کیا اور سیاسی قیادت کی راہیں مسدود کر دیں۔ اس وقت سوڈانی معاشرت کی حالت اتنی بری ہے کہ اگر بھالی کے اقدامات میں تاخیر ہوئی اور عوام کو ریلیف نہ ملا تو عبوری مدت کے دوران جمہوریت کی بھالی کا عمل ٹریک سے اتر جائے گا اور معاهدے کی رو سے جس سیاسی عمل کی بھالی طے کی گئی ہے اس کے دوران بھی عوام کی بدحواسی اور بے بھینی معاملات کو مزید بگاڑ دے گی۔

عمر العشیر نے ۲۹ سالہ اقتدار کے دوران قومی معاشرت کو مستلزم کرنے پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔ انہوں نے اپنے رفتہ اور اتحادیوں کی کریشن سے واثقہ صرف نظر کر کے اپنے اقتدار کو طول دیتے رہنے پر توجہ مرکوز کی۔ عمر العشیر ہی کے دولتی حکومت میں ۲۰۰۴ء میں تمل کی دولت سے مالا مال خطر جنوبی سوڈان ملک سے الگ ہوا۔ اس کے نتیجے میں ملک کی عشروں کے بذریں معاشی بحران سے دوچار ہوا۔

سوڈانی معاشرت کو بھال کرنے کے لیے یہ ورنی فذ کی بڑے پیمانے پر ضرورت پڑے گی۔ یہ فذِ مکمل طور پر خلیج ریاستوں سے آئیں گے۔ معاشرت کی بھالی میں غیر معمولی حد تک معاون ثابت ہو کر خلیج ریاستیں چاہیں گی کہنی حکومت



اکیڈمی بلک سینٹر، D-35، بلاک 5، فیڈرل بی بی ایسا، کراچی۔ نون: 021-36809201

۱۹۹۲ء تا ۱۹۹۳ء، جاری رہنے والی اس خانہ جنگی میں گلبدین حکمت یار کے گروہ نے بڑے پیمانے پر قتل عام کیا، اس بنیاد پر انھیں "Butcher of Kabul" کہا جاتا ہے اس کے

نیمیاں مختلف احمد شاہ مسعود تھے جو "جنگی شیر" کے نام سے مشہور تھے۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں سودویت یونین سے لایا کی وجہ سے احمد شاہ مسعود مشہور ہوئے اور پھر گلزار حکومت میں وزیر دفاع بھی رہے۔ جمیعت اسلامی اور حزب اسلامی نے افغان خانہ جنگی میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ دونوں گروہ آپس میں سانی بنیادوں پر لڑ رہے تھے۔ جمیعت اسلامی میں اکثریت تاجکوں کی تھی (تاجک افغانستان کی دوسری بڑی سانی اکائی ہیں)۔ جبکہ حزب اسلامی پشتون اکثریت جماعت تھی۔ بھارت، جو کہ سودویت افغان جنگ سے دور رہا تھا، نے صدر رہائی کی گلزار حکومت سے اپنے تعلقات مضبوط کرنا شروع کر دیے۔ عالمی طاقتوں کے ساتھ راستہ بھارت نے بھی طالبان مخالف شماری اتحاد کے رہنماء احمد شاہ مسعود کی مکمل جماعت کی۔ احمد شاہ مسعود نے ۲۰۰۱ء کے شروع میں پوری پاکستان سے خطاب کرتے ہوئے عالمی برادری سے کہا کہ وہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر افغان عوام کی مدد کریں، ہم یہ یہ کہ پاکستان اور اسلامی بن لادون کی جماعت کے بغیر طالبان ایک سال بھی اپنا اقتدار قائم نہیں رکھ سکتے۔ اس خطاب کے دوران احمد شاہ مسعود کے ساتھ افغانستان کی تمام سانی اکائیوں کے رہنماء بھی موجود تھے۔ شروع میں پاکستان نے پشتون اکثریت جماعت ہونے کی وجہ سے حزب اسلامی کی جماعت کی لیکن بعد ازاں طالبان کی مالی اور فوجی امداد کرنے لگا۔

طالبان اور امریکی حملہ:

جس دوران حزب اسلامی، جمیعت اسلامی اور مجاہدین کے دیگر گروہ آپس میں لڑ رہے تھے اس دوران سرحد پار پاکستان میں طالبان مضبوط ہو رہے تھے۔ ملا عمر نے پاکستانی مدرسوں میں پڑھنے والے طالب علموں اور پرانے مجاہدین کو بھرتی کیا، جن میں سے اکثر پشتون تھے۔ طالبان کا بنیادی مقصد افغانستان میں اسلامی قوانین کا ختنی سے نفاذ اور ملک سے تمام غیر ملکی عناصر کا حصاریا کرنا تھا۔ طالبان نے کئی دہائیوں کی جنگ، غیر ملکی مداخلت اور کام حکومتوں سے نگٹ آئے ہوئے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کیا۔ افغان خانہ جنگی کے دوران طالبان پاکستانی ملٹری اسٹبلیشمنٹ اور غیر ایجنسیوں کے تعاون سے افغان علاقوں پر قبضہ کرتے گئے اور آخر کار ستمبر ۱۹۹۶ء میں طالبان نے کامل میں قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد طالبان نے

افغانستان کا مستقبل اور مفادات کی جنگ

بارے میں کامل معلومات اور ان کی بہادری نے سوہیت میں رہا ہے، جس کی وجہ سے یہ خطہ تباہی کا شکار ہے۔ ۱۹۸۷ء میں برطانیہ سے آزادی حاصل کرنے کے بعد یہاں مختلف نظام حکومت ازماعے جا چکے ہیں۔ ان میں کیونٹ جمیعت یافتہ جمہوریت سے لے کر آمرانہ طرز کی اسلامی امارات اور پھر امریکا سے درآمد شدہ جمہوریت بھی شامل ہے۔ لیکن کوئی بھی نظام حکومت داخلی لایا اور جنگوں کے بغیر معاشرتی، نسلی اور ثقافتی حوالے سے منتوں اس ملک کو چلانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اب جب کہ موجودہ افغان جنگ کے تمام فریقیں ملک میں قیام اکن کے لیے رضامند دکھائی دیتے ہیں تو انھیں ماں کی غلطیوں سے بچنے کے لیے ایک پر اکن اور پائیدار نظام حکومت کی حضوری بہندی کرنی چاہیے۔

خانہ جنگی:

افغانستان، امریکا، سودویت یونین اور پاکستان کے درمیان ہونے والے معابدوں کے نتیجے میں ایک تازع کا تو خاتمه ہوا گیا، لیکن بہت جلد ہی ملک و درمے تازعات کی پیٹیت میں آ گیا۔ سودویت یونین کی جمیعت یافتہ کو پلیٹیکی حکومت، جس کی سربراہی افغان خیہا بجٹھی کے سابق سربراہ محمد نجیب اللہ کر رہے تھے، نے اپنا اقتدار برقرار کرنے کے لیے بہت جدوجہد کی۔ کمزور نظام حکومت کی وجہ سے مجاہدین جو کہ اپنے مشترکہ دین کو ملت دے چکے تھے، اب چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم ہو کر ملک کے اہم حصوں پر قابض ہونے لگے۔ نجیب اللہ حکومت کے خاتمے پر پشاور میں غیر ملکی حملہ، انقلاب اور بغاوتیں:

ملک کے پہلے صدر "محمد داؤد خان" کا قتل اور "انقلاب ٹور" کو ملک کے موجودہ ممالک کا نقطہ آغاز تصور کیا جاتا ہے۔ ۱۹۷۳ء میں داؤد خان نے افغانستان میں بغیر خون خرابے کے باڈشاہت کا خاتمہ کر دیا اور اس کی جگہ ریاستی ڈھانچہ تکمیل دیا۔ جو کہ بظاہر اصلاحی اور ترقی پسند دکھائی دیتا تھا، لیکن کیونٹ جماعتوں سے اختلافات ان کے قتل کا موجب بنتے۔ پہلی ڈیموکریٹک پارٹی آف افغانستان (PDPA) کے ارکان نے ان کو قتل کر دیا۔ پھر اقتدار میں آئی، لیکن اندر وطنی تازعات نے اسے کسی بھی قسم کی پیش رفت نہ کرنے دی، اس دوران مقامی شورشوں نے سودویت یونین کو سبز ۱۹۸۷ء میں اپنی اتحادی حکومت پہانے کے لیے حملہ کا جواز فراہم کر دیا۔

کابل پر کنٹرول کے لیے مجاہدین کے درمیان چار سال تک شدید لایا جاری رہی۔ انفراسٹرکچر کی تباہی کے ساتھ خلاف تھیار اٹھا لیے۔ نہ صرف مجاہدین کی مقامی خلیے

دہشت گردی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اسلامی نہیں دوں پر دہشت گروں نے اپنے اپنے گروہ قائم کیے، خاص کر یثونوں نے کیوں کسر حد کے اس طرف بھی بڑے پیمانے پر یثون آباد تھے۔ اسی طرح بلوچ بھی پاکستان، ایران اور افغانستان میں موجود تھے اگر افغانستان کی سیاسی قومیں عکسی گروہوں کو قابو کرنے میں ناکام ہوتی ہیں تو ماضی کی طرح اس مرتبہ بھی یہ گروہ پڑوں مالک میں جا کر پناہ لے سکیں گے اور کارروائیاں بھی کریں گے۔

افغان حکومت اور طالبان کے علاوہ ان مذاکرات کے دیگر فریقین کی ذمہ داری ہے کہ وہ افغان حکومت کو اس عمل میں شریک کروانے کی ذمہ داری لیں۔ بصورت دیگر ملک مشکلات کا شکار رہے گا۔ طالبان نے دو حصے میں امریکی نمائندہ خصوصی سے ملاقات کے علاوہ افغانستان کے سیاسی زعماً سے بھی ملاقاتیں کیں ہیں، جن میں سابق افغان صدر حامد کرزی بھی شامل ہیں، جن سے فروری میں ماسکو میں ملاقات کی گئی۔ اگرچہ روی حکومت برہ راست ان مذاکرات کی میزبانی نہیں کر رہی تھی بلکہ روس میں موجود افغانیوں نے ان مذاکرات کا اہتمام کیا تھا، تم کریم نے ان مذاکرات کے لیے تمام دسائیں اور سہولیات کی فراہمی میں اپنا کرواراوا کیا۔ ان مذاکرات کا اہتمام ”پریزینٹ ہوٹل“ میں کیا گیا، جو کہ ایک سرکاری ہوٹل ہے۔ ماسکو نے طالبان کو ۲۰۰۳ء سے ”دہشت گرد“ تنظیم کا وجہ دے رکھا ہے، اس کے باوجود وہ رکنی طالبان و فکر ملک میں داخلہ کی اجازت دی گئی۔ مذاکرات کے اس دور میں بھی قانونی اور جمہوری طور پر منتخب ہونے والی افغان حکومت کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔ اس کا یقیناً مطلب یہ تھا افغان حکومت کی رضامندی کے بغیر ہونے والا کوئی ممکنہ معاہدہ قابل عمل نہیں ہو سکتا۔

مذاکرات کے حوالے سے افغان حکومت کا موقف یہ ہے کہ مذاکرات افغانیوں کی مرضی اور ان کی شمولیت کے بغیر نہیں ہونے چاہیں۔ امریکی حکومت ایک طرف تو طالبان کے ساتھ مذاکرات جاری رکھے ہوئے ہے تو دوسری طرف ان کے زیر بقدر عاقلوں میں کارروائیاں بھی کر رہی ہے، اس کے علاوہ امریکا طالبان سے مذاکرات کے دوران افغان حکومت کو یکسر نظر انداز کرچکا ہے۔ کامل حکومت اپنے اتحادی کی اس پالیسی کو دھوکا دینے کے مترادف سمجھتی ہے اور اس حکومت عملی سے افغان حکومت کے سیاسی اژروں خور قانونی جیشیت میں بھی کمی واقع ہو رہی ہے۔

روابط قائم نہیں ہو سکے ہیں، کیوں کہ طالبان اشرف غنی کی حکومت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اور نہی افغان حکومت طالبان کے دیگر مالک کے ساتھ سیاسی تعلقات کو پسند نہیں کی تگاہ سے دیکھتی ہے۔ طالبان کے غیر ملکی حکومتوں اور افغان عوام نہیں کے ساتھ مذاکرات سے ان کے سیاسی اژروں خور میں اضافہ ہو رہا ہے، جب کہ ان اقدامات سے افغان حکومت کی ساکھ کو تھصان پہنچ رہا ہے۔

قطر میں طالبان اور امریکا کے درمیان مذاکرات کے کئی دوڑ ہو چکے ہیں۔ اگرچہ دونوں فریق ۱۸ سالہ جنگ کا جلد از جلد خاتمه چاہتے ہیں، تاہم فریقین کے درمیان امریکی فوج کے اخلاکے معاملے پر واضح اختلاف پایا جاتا ہے۔ ڈرمپ انتظامیہ اس وقت تک فوجی اخلاق اثرخود نہیں کرنا پڑا ہے، جب تک طالبان ملک میں موجود دیگر جہادی تنظیموں کی سرگرمیوں پر پابندی کے حوالے سے کوئی واضح موقف اختیار نہ کریں۔ اگرچہ طالبان اپنی حکومت تو نہ پہنچ سکے لیکن اب بھی ملک کے پچاس فصد حصے پرانی کا کشوں ہے۔ اب بھی افغانستان کے بہت سے علاقوں میں طالبان کو یہی جائز حکمران تسلیم کیا جاتا ہے، کیوں کہ طالبان عوام کو وہ تمام سہولیات مہیا کر رہے ہیں، جن کی فراہمی میں کامل حکومت ناکام رہی۔ طالبان نے انصاف کی فراہمی کے لیے شرعی عدالتی قائم کیں۔ اور اب تو لارکیوں کے لیے بھی تعلیمی سہولیات مہیا کر رکھی ہیں۔ لیکن ان سب کے ساتھ ساتھ طالبان تقریباً روزانہ کی بیانیوں کی طرف طالبان بھی امریکی فوج کے اخلاکے بعد طے شدہ معاهدے سے انحراف کرتے ہیں تو ملک کے حالات اتری کا شکار ہو جائیں گے۔ خط میں افغانستان کا جو موجودہ قابل قدر ”امیٹس“ ہے اس کی وجہ امریکا کی افغانستان میں موجود دیگر عکسی تنظیموں سے بھی مضبوط تعلقات ہیں۔ طالبان کی مستقل مراجحت کے باوجود امریکا اب اس ۱۸ سالہ طویل جنگ کو جلد ختم کرنے کا خواہاں ہے، اسی مسئلے میں ایک امن معاهدے کے لیے اس نے طالبان سے برہ راست مذاکرات کا آغاز کر دیا ہے۔ بہت سے تجزیہ کار اس پر جیست زدہ ہیں کہ جاریہ ہائیوں کی بیانی اور جنگ کے بعد کیا اب بھی افغانستان میں امن کا انحصار طالبان پر ہی ہے؟

امریکا طالبان مذاکرات:

قومی اتحاد کی کمی، دہائیوں سے جاری خانہ جنگی، اسلامی بنیادوں پر معاشرے کی تقسیم اور عالمی و مقامی قوتوں کے آپس میں متصادم مفادات کے ہوتے ہوئے کسی مشترک کا ایجاد نہ ہو سکتے ہے کہ افغانستان کے متفقین میں ایسا دھانچہ ہوئے کہ افغانستان کے متفقین میں جو دو مقامی طاقتیں احمد کرواراوا کریں گی وہ طالبان اور اشرف غنی کی حکومت ہوگی۔ لیکن اب تک تو ان دو طاقتوں کے درمیان غاطر خواہ

اسلامی امارت افغانستان قائم کرنے کا اعلان کیا، جسے صرف پاکستان، سعودی عرب اور تحدہ عرب امارات نے تسلیم کیا۔

احمد شاہ مسعود کو شاہی افغانستان تک محدود کر دیا گیا، اور وہاں سے انہوں نے طالبان کے خلاف شاہی اتحاد کے نام سے مراجحت جاری رکھی۔ طالبان کے نافذ کردہ سخت قوانین کو دینا مختلف موقع پر تھیک کا نشانہ بنا تی رہی، لیکن ایجمن کے حملوں کے بعد ان کے خلاف سخت کارروائی کی گئی۔ ایجمن کے حملوں کے بعد جب طالبان نے اسماء بن لاون کو اسریکا کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تو امریکا نے افغانستان پر حملوں کا آغاز کیا اور طالبان کا تجدید الثی دیا۔ اس کے بعد یہاں ایک نگران حکومت کا قائم عمل میں لایا گیا، لیکن اس کے ساتھ امریکا کی دہشت گردی کے خلاف جنگ جاری رہی۔

اگرچہ طالبان اپنی حکومت تو نہ پہنچ سکے لیکن اب بھی ملک کے پچاس فصد حصے پرانی کا کشوں ہے۔ اب بھی افغانستان کے بہت سے علاقوں میں طالبان کو یہی جائز حکمران تسلیم کیا جاتا ہے، کیوں کہ طالبان عوام کو وہ تمام سہولیات مہیا کر رہے ہیں، جن کی فراہمی میں کامل حکومت ناکام رہی۔ طالبان نے انصاف کی فراہمی کے لیے شرعی عدالتی قائم کیں۔ اور اب تو

لارکیوں کے لیے بھی تعلیمی سہولیات مہیا کر رکھی ہیں۔ لیکن ان سب کے ساتھ ساتھ طالبان تقریباً روزانہ کی بیانیوں کی طرف طالبان بھی امریکی فوج کے اخلاکے بعد طے شدہ معاهدے سے انحراف کرتے ہیں تو ملک کے حالات اتری کا شکار ہو جائیں گے۔ خط میں افغانستان کا جو موجودہ قابل قدر ”امیٹس“ ہے اس کی وجہ امریکا کی افغانستان کو چھوڑ کر جائے گا تو اس بہت کا قتوی امکان ہے کہ خطے کی اور دیگر عالمی طاقتیں اپنے اپنے تزویریاتی (Strategic) مفادات کے حصول کے لیے ہر قانونی اور غیر قانونی راست اختیار کریں گی۔ جس سے ملک میں ایک اور خانہ جنگی شروع ہو جائے اور افغانستان کے پڑوں مالک صرف اسی صورت میں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جب یہاں نہ صرف سیاسی استحکام ہو بلکہ اکن و امان کی صورت حال بھی بہتر ہو، ورنہ ملک میں ہونے والی خانہ جنگی سے یہ پڑوں مالک بھی متاثر ہوتے ہیں۔ کچھ مالک خانہ کرایان اور پاکستان نے جہاں اس پورے عمل میں ملکوں کو دارا دا کیا ہے وہی انہوں نے ماضی میں افغان جنگ کے بعد بھرست کرنے والے لاکھوں لوگوں کو بھی بناہ دی ہے۔ اس کے علاوہ ان ممالک کو اس بھرست کی وجہ سے

کی مقامی سیاسی قیادت کو بھی اعتماد میں لیا جانا چاہیے۔ بینگ اس بات سے بہت اچھی طرح واقف ہے کہ اگر امریکی فوج یکم ملک سے انخلا کرے گی تو ملک پھر سے خانہ جگی کا خسار ہو سکتا ہے، خاص طور پر ایسے وقت میں جب اس کے ”بیٹ ایڈ روڈ“ منصوبے کا مستقل اس خط کے استحکام سے وابستہ ہو۔ اس مسئلے کا حل جیسے کہ پاس یہ ہے کہ سفارتی سطح پر اپنے مقاصد کو آگے بڑھانے کا کام تیزتر کیا جائے اور اس کام کے لیے وہ شتمحائی تعاون تنظیم کا استعمال کر رہا ہے۔

ماحصل:

افغانستان کی تغیریوں کے لیے ملک کے تمام حلقات چاہے وہ مذاکرات میں شامل ہیں یا نہیں، ان کی جانب سے بے مثال پہنچتی اور تعاون درکار ہو گا۔ جلد بازی میں کیا کیا کوئی بھی معاهده، جس کے نتیجے میں مستقبل کی منصوبہ بندی کیے جائی غیر ملکی افواج ملک سے نکل جائیں، ملک کو ایک بار پھر داخل انتشار کی طرف دھکیل دے گا۔

غیر ملکی طاقتلوں کو چاہیے کہ وہ افغان مسائل کا اپنے مفادات پر بنی صلح ہو پنے کے بجائے افغان عوام کو اختیار دیں کہ وہ اپنے لیے بہتر حکومتی نظام کا انتخاب کریں۔ کسی بھی حکومت حکومت کے قیام کے وقت یہ بات پیش نظر ہوئی چاہے کہ وہ حکومت سب کی نمائندہ ہو اور سب کے لیے ہو۔ کسی بھی گروہ کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ایک اور خانہ جگکی کی صورت میں نکل سکتا ہے۔

افغانستان کی تغیریوں، اس کے عوام کی ہر رضی اور سلامتی کے عوض نہیں کی جانی چاہیے۔ افغان عوام نے گزشتہ جالیں برس خانہ جگکی اور یہ ورنی مداخلتوں کا سامنا کیا ہے۔ اس لیے کسی بھی قسم کے ”آن عمل“، اور ”معاهدے“ کے وقت عوام کے تحفظات اور خدشات کو رکری ایمیٹ حاصل ہوئی چاہیے۔

The future of peace in Afghanistan is rooted in lessons from the past". ("efsas.org", May 2019)

”معارف فچر“ حاصل کرنے کے خواہشمند خواتین و حضرات اور اداروں سے گزارش ہے کہ اپنے نام اور پتے کے ساتھ (رضا کارانہ طور پر) = ۵۰۰ روپے کا ڈاک لٹکت پا کر اپنی کسی بینک کا اتنی مالیت کا چیک ”مسلمانکار“ ریسرچ ایڈیشنی کراچی کے نام ارسال کریں۔ آپ کا بینک ہیرون کراچی ہوتے پھر بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر بھیجنیں۔ زرخیزیاری موصول ہو جانے کے بعد آپ کے دیے ہوئے پتے پر ”معارف فچر“ کی تریل شروع ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ!

پاکستان اور طالبان کے درمیان فوجی تعلقات کے علاوہ دونوں ممالک کے درمیان معاشری تعلقات بھی زیادہ اچھے نہیں ہیں۔ ویکھا جائے تو پاکستان افغانستان کو بھارت تک جانے کی راہداری فراہم کر سکتا ہے، جیسا کہ افغانستان پاکستان کو وسط ایشیائی ریاستوں تک رسائی فراہم کرتا ہے لیکن ایسے کسی معاهدے میں بینچنے کے لیے دونوں حکومتوں کے درمیان اچھے تعلقات کا ہونا بہت ضروری ہے۔ لیکن ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا، کیوں کہ پاکستان طالبان کی مستقل حمایت جاری رکھے ہوئے ہے۔

بھارت:

بھارت یہ چاہتا ہے کہ افغانستان پر پاکستان کے اڑو رسوخ کو جتنا زیادہ ملکن ہو، کم کیا جاسکے۔ اس مقصود کے پیش نظر بھارت افغان آن عمل کو ”افغان قیادت کی زیر گرانی“ (Afghan Owned and Afghan Led) کے مولوں کے ساتھ چاری رہنے پر زور دیتا ہے۔ لیکن بھارت طالبان اور وگر چاروں تنظیموں پر پاکستان کی ملٹری اسٹریکٹ کے اڑو رسوخ سے بہت زیادہ خائف ہے۔ بھارت کے افغانستان کے ساتھ بہت سے معاشری مفادات بھی وابستہ ہیں۔ کیوں کہ افغانستان بھارت کتو ایسی کے ذخیرے سے مالا مال وسط ایشیائی ریاستوں تک رسائی فراہم کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ بھارت افغانستان کو انفراسٹرکچر کے منصوبوں کی مدیں بڑے پیمانے پر امداد بھی دے رہا ہے۔ بھارت افغانستان میں ایک طاقتوں مرکزی حکومت کے قیام کا حامی ہے جو کہ پاکستان کے اڑو رسوخ کو کم کر سکے۔ نیز ملی امریکا کا طالبان مذاکرات کا بھی مختلف ہے، اس کا موقف ہے کہ مذاکرات ایک منتخب حکومت کی کمزوری کا باعث ہن رہے ہیں۔

چین:

چین اس صورتحال پر کمل نظر رکھے ہوئے ہے۔ چین کو یہ تشویش لاحق ہے کہ کہیں افغانستان میں پائی جانے والی اسلامی انتہا پسندی اس کے ملک میں موجود مسلمان اکثریتی علاقے سکیا گل پر اڑانداز نہ ہونے لگے۔ جہاں بینگ نے پہلے سے ہی مسلمانوں پر سخت ترین پابندیاں لگائی ہوئی ہیں اور ”ایغور مسلمانوں“ پر ظلم کے پھاڑ توڑے جارہے ہیں۔ وسری طرف چین کا ”بیٹ ایڈ روڈ“ منصوبہ اس بات کا مقاضی ہے کہ جنوبی اور وسط ایشیائی ریاستیں مفتک ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں جب یہ تجربہ کار عسکریت پسند فارغ ہوں گے تو کیا کریں گے؟ امکان یہ پایا جاتا ہے کہ وہ مشرق و سطی، جوں کشمیر اور وسطی ایشیا میں موجود چاروں تنظیموں میں شامل ہونے کی کوشش کریں گے۔

اشرف غنی کے صدر منتخب ہونے کے بعد سے ملک کی سلامتی و معاشری صورت حال بگرتی چاری ہے، جس کی وجہ سے یہ حکومت عوام اور میان الاقوامی برادری کی نظرتوں میں اپنی اہمیت کھوئی چاہی ہے۔ اگر اشرف غنی دوبارہ منتخب ہونے کی خواہش رکھتے ہیں تو انھیں امریکا کا طالبان مذاکرات کا حصہ بنتا ہو گا۔ دیگر ممالک بھی طالبان کے ساتھ برادر راست مذاکرات کے حامل ہیں۔ تاہم طالبان کو برادر راست مذاکرات کا حصہ بنا کر عالی برادری نے طالبان کی سیاسی حیثیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اس سے طالبان کا یہ موقف کہ وہ اشرف غنی کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے، مزید مفتک ہو گیا ہے۔ طالبان کو عسکری کارروائیوں سے روکے، نہ، عالی برادری اور امریکا کا ان سے مذاکرات جاری رکھنا بہت سے سوالات کو جنم دیتا ہے اس لیے یہ بہت ضروری ہے کہ افغان حکومت کو بھی ان مذاکرات کا حصہ بنایا جائے۔ جہاں افغانستان سے ہر کوئی اپا حصہ حاصل کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، ایسے میں افغان حکومت اور عوام سخت ترین حالات کا سامنا کر رہے ہیں۔

افغانستان کے آن مذاکرات کے کامیاب ہونے کی امید یہ روشن ہونے کے بعد سے خط کے بہت سے کروار فعال ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ خط کے سارے کروار افغانستان میں استحکام چاہیے ہیں لیکن اپنے اپنے اڑو رسوخ کے عوض۔ آن عمل کے دوران ایک مظہر نامہ جس کو پیش نظر رکھنا چاہیے وہ یہ ہے کہ پاکستان، چین، بھارت، ایران اور روس افغانستان میں اپنے پاکستان:

پاکستان کے طالبان سے ترقی تعلقات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ فرض کریں کہ افغان حکومت اور طالبان کے مذاکرات کامیاب ہو جاتے ہیں اور طالبان حکومت کا بتابادھ حصہ بن جاتے ہیں تو طالبان کے سکڑوں لڑاکا کارکنان کہاں جائیں گے؟ کیا ان کو افغان آرمی میں ایڈ جسٹ کیا جائے گا؟ کیا سارے ظلم و بربریت کے بعد ان کو دوبارہ معاشرے کا حصہ بنایا جائے گا۔ یا پھر پاکستان میں موجود چاروں تنظیمیں ان کو شیر میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کریں گی؟ جیسا کہ مااضی میں کیا گیا۔ سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں جب یہ تجربہ کار عسکریت پسند فارغ ہوں گے تو کیا کریں گے؟ امکان یہ پایا جاتا ہے کہ وہ مشرق و سطی، جوں کشمیر اور وسطی ایشیا میں موجود چاروں تنظیموں میں شامل ہونے کی کوشش کریں گے۔

اخوان المسلمون کا امت کے نام اہم پیغام

قادت ہر طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والی معتبر سیاسی اور قومی شخصیات کو یہ غماں بنا کر جیلوں کی نذر کرتی رہی ہے جہاں انہیں بدترین شکل کا نشانہ بنایا جاتا ہے، پس اسراطور پر غالب کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح قتل عمد، بھی غفلت، طولیں المیاد جبری قید، مزائے موت اور ایسے دگر جیلوں سے قوم کو کسی انقلابی تحریک سے دور رکھنے کی ہر ممکن سی کی جاری ہے۔ فوجی امریت نے انقلاب کے راہیوں کو پابند سالسلہ کرنے کا جو تیرہ بنا کر ہے، لازم ہے کہ اس کو روکنے کے لیے مشترک اقدامات کیے جائیں۔

اصل ہوف کی جانب تو انیاں صرف کی جائیں جو کہ تمام قیدیوں کی رہائی ہے کہ جیل میں ان کی حالت بہتر بنانے کا مطالبہ۔ اس کے لیے قیدیوں کا معاملہ دنیا بھر کی پاریہمان اور میں الاقوامی سٹھ کے فورمز پر اخليا جائے۔ فوجی انقلاب کا محاسبہ انسانی حقوق کے تحفظ کے اداروں کی جانب سے کیا جائے اور حقیقت یہ ہے کہ قیدیوں کی رہائی کسی بھی انقلابی عمل کی بات کے لیے ریڑھ کی پڈھی کی حیثیت رکھتی ہے، اور معاشرے میں پھیلے خوف و ہراس کا خاتمه کرنے کا ایک اہم نصیلتی موجب ہے۔

وہ سرایہ کہ جمہوریت پسند طبقہ خواہ ان کا تعلق کسی بھی نظریے یا مكتب گدر سے ہو، اختلافات کو بھلا کر یک جان ہو جائیں۔ یہ بات ہم ایک عوامی نصیحت کے طور پر فوجی امریت کے خلاف سیدبپر تمام طبقوں سے کہتے ہیں۔ خصوصاً الاخوان المسلمون کے ہمارے وہ بھائی جو ہم سے اختلاف کا انتہا کر کے الگ جا کر ہے ہوئے ہیں۔ اب اختلافات سے آگے بڑھنے کا وقت ہے، جس کے لیے ضروری ہے کہ آئندہ کی حکمت عملی مشترکات کی بنیاد پر ہوتا کہ وہ مستقبل کے حقیقی اور فعلی انقلابی اتحاد کا پیش نہیں ثابت ہو۔

الاخوان المسلمون کا مكتب العام یہ یقین دہانی کرواتا ہے کہ اس تجویز سے قبل ہم نے اپنے مکمل جائزہ لیا ہے۔ یہ جانے کی کوشش کی ہے کہ گزشتہ انقلاب اور حکومت میں کس کس مرحلے پر کیا کیا بغیر شیں سرزد ہوئیں۔ ہر یہ کہ ہم نے اس پر بھی نظر فانی کی ہے کہ اپنے حلیفوں اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ معاملات کرنے میں کہاں کہاں کہتا ہیں سرزد ہوئیں، کہ جس کے نتیجے میں زمام کا رخالف گروہ کے ہاتھ میں جا پہنچا۔ لہذا ہم اب اعلان کرتے ہیں کہ الاخوان المسلمون کے لیے مصری عوام کے حقوق کی حفاظت، اہم قومی امور پر ہنی سیاسی جدوجہد، قومی اقدار کے دفاع اور امت کے اہم مسائل پر ہنپی سیاست

عوامی فیصلے کی بحالی۔ جنوری ۲۰۱۱ء سے اب تک کے

شہدا کا ہنی بر انصاف تصاص، فوج پیروں میں واپس جائے، سیاست میں فوج کی شرکت پر ملکیتا پابندی عائد کی جائے۔ معیشت کو ان کے چنگل سے بچانے کے لیے اذاد کر کے قومی معیشت کا تصور بحال کیا جائے۔ ذرائع البلاغ اور معدیہ کی خیر جانبداری کو بحال کر کے اسے مجرموں سے پاک کیا جائے۔ عوام تک مصدقہ معلومات، شفاف انداز سے پہنچائی جائیں۔ لوئی ہوئی دولت واپس کی جائے۔ غصب شدہ املاک اور اراضی اور کپنیاں واپس کی جائیں۔ سلامتی کے ادارے کو اپنے قومی فرائض ادا کرنے کا پابند کیا جائے۔

سوم، فوجی حکومت کے خلاف جدوجہد کا لائچہ عمل تاریخ گواہ ہے اور قوموں اور ملکوں کے تجربات شاہد ہیں کہ تہذیبی تین طریقوں سے آیا کرتی ہے۔ دستوری جدوجہد، عوامی انقلاب یا سُلطُنِ انقلاب۔ الاخوان المسلمون یہ سمجھتی ہے کہ مصر میں فوجی حکومت، مصری معاشرے کی بحیث، سیاسی اشرافیہ اور عوامی روحانی کو مدنظر رکھتے ہوئے بھرپور عوامی تحریک اور اس کے نتیجے میں قیادت کی مکمل تہذیب ہی مناسب ترین لائچہ عمل ہے، جس کے تحت عسکری قوتوں کے خلاف بُرَان عوامی ذرائع کو روئے کارلاتے ہوئے آمرانہ نظام کو خیر باد کہا جائے۔ یعنی یہ وہ طریقہ کارہے، جسے دنیا کے بیشتر حصوں میں علمی ترقارادوں کی تائید حاصل رہی ہے۔ مصر کے حالات کے ناظر میں الاخوان المسلمون نے اسی ہزوڑوں ترین راستے کا انتخاب کیا ہے، جا ہے اس کے ساتھ مرتب ہونے میں ایک صبر آزماطویں وقت ہی کیوں نہ درکار ہو۔

چوتھا، شہید صدر مری کی شہادت جماعت الاخوان المسلمون یہ سمجھتی ہے کہ شہید محمد مری مصر میں جمہوری طور پر پہلے منتخب صدر کی حیثیت سے، مصری جمہوریت کے تحریب کی علامت تھے۔ غی غفلت برتنے پر ہم مجرم فوجی قیادت کو ان کے قصد اُغلی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ ہم ان کے حقوق کی جگہ خواہ وہ سیاسی ہو، قانونی ہو یا انسانی، تمام فرمہ داران کو یکفر کرواریک پہنچانے تک بدرجہ اتم جاری رکھیں گے۔ ہم ہر اس کوشش کا ساتھ دیں گے، جو عالمی سٹھ پر ان کے قتل کی تحقیقات کے سلسلے میں ہو اور اس سلسلے میں ہم اپنی بھرپور جدوجہد جاری رکھیں گے۔

پنجم، مصر میں وجود حکومت کے بارے میں ہمارا موقف جماعت الاخوان المسلمون سمجھتی ہے کہ مصر میں ۳ جولائی ۲۰۱۳ء سے اب تک جو کبھی ہوا وہ ایک فوجی انقلاب کے ذریعے توجہ مرکوز کرنا ناگزیر ہے: ایک فونخوار فوجی حکومت کا قیام تھا، جسے نہ ہم تسلیم کرتے ہیں اور نہ اس کے ساتھ کسی طرح کے کوئی سیاسی معاملات طے کر سکتے ہیں۔ ملک جس بحران سے گزر رہا ہے، ہمارے نہ دیکھ اس سے نکلنے کا واحد حل فوجی حکومت کا خاتمه ہے اور یہ ہدف درج ذیل اقدامات کے ذریعے حاصل کرنا ممکن ہے:

کسی بھی نظر جو بی سیاست اور حصول اقتدار کی لڑائی سے کہیں زیادہ اہم اور سچ میدان ہے۔

فوجی حکومت کے اختتام کے بعد ہم قومی سٹیل پر اسلامی

شخص رکھنے والی قومی اپنی سیاسی امت کے کام کریں گے، جو

امت کے حقوق کی پیش باقی کرتے ہوئے اپنی سیاسی

جدوجہد جاری رکھے گی اور ہم ان تمام قومی جماعتوں کی پیش

باقی کریں گے، جو ہمارے وطن سے مغلوق ہوں گی۔ ہم

اغوان کے ارکان، پرنسپلز اور علاما کرام کو اپنی سیاسی جدوجہد

کے لیے ملک کی ان تمام جماعتوں اور تحریکوں میں شمولیت و

شرکت کی اجازت دیں گے، جو تمیر امت کے لیے ہمارے

تصورات سے ہم آنکھ ہوں گی۔ الاغوان اسلامون کا کتب

العام یہ یقین دہانی کرواتا ہے کہ وہ آنے والے وقت میں

فوجی آمریت کے خلاف کھڑی ہونے والی ہر قوت کے ساتھ

مل کر کام کرے گا تاکہ ایک ایسے "مشترک ٹکر" لا جو عمل کی

بنیاد رکھی جاسکے جو اپنی قومی و اخلاقی ذمہ داریوں کا اور اس ک

کرتے ہوئے عوامی تحریک کے اہداف و مقاصد کی بیجانی پر

مبنی ہو سکے، اور جو نئے سرے سے ملک میں ایک فعال انتظامی

مزاحمت کا سرخیل ثابت ہو۔۔۔ (ترجمہ: عبداللہ)

(المحلب العامل لا خوان اسلامون القابۃ ۲۹، جون ۲۰۱۹)

باقیہ: بیلٹ اینڈ روڈ منصوبہ

بھارت اور پاکستان کے درمیان جاری شیمیر کے تازع کی وجہ سے چین پاکستان اقتصادی رہبری بھارت کو بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے کا ایک بڑا اختلاف بنا دے گا۔

چین اور بھارت کے درمیان مستقل رقبہ:

بھارت اور چین کے تعلقات خاصے چیزیں ہیں۔ چین کی پاکستان کے ساتھ شراکت کا مقدم بھارت کو دہاڑ میں رکھتا ہی ہے۔ بھارت اور چین کے درمیان ریاست "آردا چلن پر دیش" اور "آسائی چین" کے علاقوں کا تازع بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ بھرہند اور چنوبی ایشیا میں چین کے بڑھتے ہوئے قدم بھی خطے میں بھارتی اڑور سوچ کے لیے خطرہ ہیں۔ یقیناً بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے سے ملک تمام ممالک میں اس منصوبے سے متعلق بحث ہوتی رہے گی، تاہم بھارت کے بڑھتے ہوئے قدم خطے کے چھوٹے ممالک کو اس بات پر بھور کریں گے کہ وہ چین کے ساتھ اپنے تعلقات کو آگے بڑھائیں۔ (ترجمہ: محمد عید ناواری)

"Why the belt and road fuels India's fears of encirclement?"

(worldview.stratfor.com". April 19, 2019)

اُردن نے حلیفوں کی تلاش میں۔۔۔

Mohammad Ayesh

فروری میں ترکی کا دورہ بھی کیا اور رجب طیب ایرادون سے ملاقات کی۔ اس کے باوجود کہ غلبی ممالک اور انقرہ کے درمیان خاصی کشیدگی پائی جاتی تھی۔ ایک رپورٹ کے مطابق دونوں سربراہان نے فلسطین کے مسئلے اور فتنہ کی فرمائی کے حوالے سے لفتگوکی۔ دونوں ممالک نے آپس میں تجارتی تعلقات میں اضافے پر بھی اتفاق کیا۔ ۱۳ فروری کو اُردن کے بادشاہ نے اپریان کو اسلامی انقلاب کی صدر حسن روحانی کی صحت اور ایرانی ہموم کے لیے بیک خواہشات کا تکمہل کیا۔

اُردن نے قطر کے ساتھ بھی تعلقات کے نئے دور کا آغاز کر دیا ہے۔ قطر کے غلبی ممالک کے ساتھ حالیہ کشیدہ تعلقات کے باوجود اورونی پاریہانی وفد نے دوہ کا دورہ کیا اور اعلیٰ سرکاری حکام کے ساتھ ملاقات کی اور باہمی دلچسپی کے امور پر تباہد خیال کیا۔ قطر نیوز ایجنٹسی کے مطابق ایک ماہ قبل شاہ عبداللہ نے قطر کے امیر کے نام پیغام میں باہمی تعلقات کے امور پر تعاون طلب کیا۔ اُردن کے سرکاری وزارئ کے مطابق غلبی ممالک کی ناراضی کے باوجود قدر کے ساتھ تعلقات بتدریج بہتر ہو رہے ہیں، اب اومان اور دوہ کے درمیان کوئی تازع نہیں۔ قدر کی جانب سے بھی گرم جوش کا مظاہرہ سامنے آ رہا ہے۔

اُردن کی موجودہ حکومت عملی اس جانب اشارہ ہے کہ اُردن اب اپنے روایتی حلیفوں پر انصار کی پالیسی ترک کر رہا ہے۔ دوسری جانب ایران، یمن، جنگ میں بلا واسطہ سعودی عرب اور تحدہ عرب امارات کے خلاف محاڑ آ رہا ہے۔ یاد رہے عراق اپریان کا ایک اہم ترین حلیف ہے۔

اُردن کی جانب سے گزشتہ سال شام میں مصلحہ دکو دوبارہ کھولے جانے کا ایک مثبت عمل قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ تمام اشارے اس جانب نشان دہی کرتے ہیں کہ اُردن اپنے برسوں کے روایتی حلیفوں کو چھوڑ کر نئے دوستوں کی جانب بڑھ رہا ہے۔ (ترجمہ: محمد عین الدین)

"From Tehran to Ankara, Jordan's search for new allies is picking up pace".

("middleeasteye.net". April 26, 2019)



بین الاقوامی کارپوریشن مودی کی وزیر اعظم بننے کی مہم کی حمایت کس طرح کر سکتی ہیں؟

ارون دھنی رائے: نئی انتخابی پالسیوں کو ایک معمول آدمی کی ضرورت ہے، انہیں لوگوں کو بے گھر کرنے، زمینوں پر قبضہ کرنے، لمبڑا نوک تبدیل کرنے اور دمگ کاموں کے لیے ایک بے رحم آدمی کی تلاش تھی۔ مودی نے ۲۰۱۴ء میں وزیر اعظم بننے کے لیے ہم کے دوران اپنے عطا فنی رنگ (ہندو تو اکی علامت) کو چھپایا اور کاروباری لباس پہن لیا، افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سارے لبرل دانشوروں نے بھی مودی کے وزیر اعظم بننے کا خیر مقدم کیا، جو انتہائی سرمناک ہے، انہوں نے سمجھات کے قتل عام کو بھلانے کی کوشش کی، ان سب باتوں کے لیے ہندو تو اکا بہانہ بیان جا رہا ہے۔

سوال: بی جے پی بہت بڑی جماعت کا سیاسی و گفٹ ہے، ان کا نظریاتی پس منظر کیا ہے؟

ارون دھنی رائے: بھارت میں بی جے پی کا اقتدار حاصل نہیں، اصل تنظیم کا نام ہے آرائیں ایں (اشریبیک سنگھ) جو ۱۹۲۵ء میں سولنی کے نظریات پر قائم کی گئی، یہ لوگ آئینہ تبدیل کرنے اور بھارت کو ہندو ریاست قرار دینے کی بات کھلے عام کرتے ہیں۔ مودی، بی جے پی کے وزرا اور تمام اہم حکومتی افراد آرائیں ایں کے ممبر ہیں۔ اصل اقتدار ہی آرائیں ایں کے پاس ہے، آرائیں ایں فوج، یونیورسٹیز، عدالتون اور اعلیٰ جنس سروز سمیت ہر ادارے میں سر ایت کر رکھی ہے۔

سوال: اسلاموفobia ہندو اور انحریات کا بینا دی عصر ہے، قیتوں کے خلاف تشدد بھارت میں موجود ۵ الی ۶ ملین مسلمانوں پر کس طرح اتنا دعا ہو گا؟ کیا مسلم تنظیمیں انتیازی سلوک اور حکومتی پالسیوں کے خلاف عام مسلمانوں کی اواز بن سکتی ہیں؟

ارون دھنی رائے: مسلم تنظیمیں کافی مذہم لیکن خوفزدہ ہیں،

جیسے جیسے یہ تنظیمیں عوام میں انتیازی سلوک کے خلاف تقدید کرتی ہیں، وہ ہر یہاں اکیلی ہوتی جاتی ہیں، کیوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو مسلمان مذہم ہیں، یہ لوگ خطرناک ہیں، مسلمان تنظیمیں خوف اور تہائی کا شکار ہوتی جا رہی ہیں۔ یہ وہی صورت حال ہے جو نازیوں کی آمد سے قبل جرمی کی تھی، اس وقت بھی ہبہوں کی جانب سے مزکوں پر مارچ کرنا تا قابل قول تھا اور وہ اپنے حق کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ حالیہ بھارتی انتخابات میں اسی طرح کی تگھ نظری کا مظاہرہ کیا گیا، کانگریس نے بھی مسلمانوں کے بارے میں کوئی بات نہیں کی،

باقی صفحہ نمبر ۱۵

بھارت پہلے سے زیادہ خطرناک

متاز بھارتی صحافی ارون دھنی رائے سے انٹرویو

سوال: آپ نے اپنے آخری ناول، ”بھائی خوشی کی وزار“ میں سابق وزیر اعظم من موبن سنگھ کا نماق اڑاتے ہوئے اُنہیں پگڑی پہننے خرگوش سے تشویش دی، آپ نے مودی کی چھپنے کی چھاتی کا مذکورہ بھی کیا ہو دی نے انتخابی نام کے دوران ہر تقریب میں اپنی طاقت کے اظہار کے لیے اس چھپنے میں ایسی چھاتی کا ذکر کیا۔ کیا آپ اب بھی خود کو اس ملک کی سیاسی قیادت کا نماق اڑانے کے لیے آزاد تصور کرتی ہیں۔

ارون دھنی رائے: ناول کے دوار ناول کے دوار ایسی ہے، یہاں مختلف قسم کے لوگ موجود ہیں، جو زندگی کے واقعات اور کہانیوں پر بہت ہیں، اس وقت جو سب سے اچھی بات ہو رہی ہے، وہ یہ ہے کہ فاشٹ مودی اور بھارت میں ہونے والی ہر خوفناک چیز کا نماق اڑایا جا رہا ہے، یہ پہلا اشارہ ہے کہ عوام نے مودی کی آمریت قبول کرنے سے انکار کرنا شروع کر دیا ہے، نماق اڑانے کا مطلب یہ نہیں کہ چیزوں کو سمجھیگی سے نہیں لیا جا رہا ہے، نماق اڑانا انتہائی سیاسی بھی ہو سکتا ہے۔

سوال: بھارت سے بھارتی لکھاری اسریکا اور برطانیہ میں مقیم ہیں، جب کہ آپ کی دہائیوں سے ولی میں مقیم ہیں، آپ نے اپنا آخری ناول ختم کرنے سے قبل کا کچھ عرصہ لندن میں گزارا، ایسا کیوں کیا؟

ارون دھنی رائے: بھارت پرست ہے، مجھے بہت پریشان کن لحاظت کا سامنا تھا، لیکن میں پھر بھی وہ بند وہاں آگئی، کیوں کہ میں بھاگ جانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ یہاں پر جامعات میں طبلہ، اساتذہ، پروفیسر اور مجموعی طور پر سب کو بڑے پیارے پر جملوں کا سامنا تھا، آپ کے بعد ایک یونیورسٹی پر حلے ہو رہے تھے، طبلہ بھائیوں کو جیل میں ڈالا جا رہا تھا، عدالت میں بیٹھی پر بھی ان پر تشدد کیا جا رہا تھا۔

سوال: سمجھاتے ہوئے ۲۰۰۲ء کے قتل عام کے دوران میں اس وقت نہاد ہبھول کی چیلدر پر بیٹھے لوگ کہہ رہے تھے کہ سب کچھ ٹھیک تو ہو رہا ہے اور ساری گزیز کے فمد وار طلبہ ہیں۔ ان حالات میں حوصلہ کو ان دے رہا ہے؟ ان بے دونوں ایک اور پاریمان پر حلے کے بارے میں کون لکھ رہا ہے؟ ایسی تجویزات اور کشیر کے معاملے پر کون تقدید کر رہا ہے؟ سب کچھ یہ عورت ہی کر رہی ہے، اس عورت کو اب تک کہ گولڈ مین جیسی بڑی امباری، نانا، تمل، اٹانی اور یہاں تک کہ گولڈ مین جیل میں کیوں

پاکستان پر سعودی عرب کی گرفت

مذیعہ افضل

کے بعد پاکستانی پارلیمنٹ نے بھارتی اکثریت سے ووٹ دیا کہ پاکستان کوین میں سعودی علاقہ کے معاملے میں غیر جانبدار رہنا چاہیے۔ ریاض سمجھتا ہے کہ خوشیوں کو تہران سے مد فراہم کی جا رہی ہے۔ اس علاقہ پر پاکستان نے سعودی عرب اور ایران سے اپنے تعلقات متوازن رکھنے کو شکنی کیں ہیں۔ لیکن ریاض سے اپنی دوستی بھائی۔

دونوں ممالک کے درمیان تعلقات سیاست دانوں اور ملکی کی سطح پر بھی قائم رہے ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں لاہور کے مقام پر قوی عیندیر ہونے والی "اسلامی سربراہی کانفرنس" میں شاہ فیصل کی خواہش پر ذوالقدر علی بخوبی کو شریک چھتری میں (Co-chairman) بنا لیا گیا۔ افغان جہاد میں سعودی عرب کی صدر غنی المحت کو حجاجت حاصل رہی۔ ۱۹۹۸ء میں جو ہری بم کے تجربے کے بعد امریکا کی جانب سے مالی پابندیوں کی صورت میں وزیر اعظم نواز شریف کو مد فراہم کی گئی۔ سعودی حکومت نے پاکستان کے سیاست دانوں کو اپنے مالک سے فرار ہونے پر پناہ گاہ فراہم کی۔ مثال کے طور پر نواز شریف کو اس وقت پناہ گاہ فراہم کی گئی جب ان کی حکومت کا تخت ۱۹۹۹ء میں فوج نے الٹ دیا تھا۔

۱۹۷۴ء میں سعودی عرب کے وزیر دفاع اور محمد بن سلمان نے سابقہ آرمی چیف راجیل شریف کو ۱۹۷۵ء میں پہلا کمانڈر ان چیف برائے "اسلامی بین الاقوامی فوجی اتحاد برائے انساد و دشت گردی" مقرر کیا۔

مدارس ولی نصر نے پاکستان کے مدارس اور فرقہ واریت و سنی انتہا پسندی و سعودی مالی امداد کے درمیان واضح ربط یہ بتایا ہے کہ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۹ء کے درمیان جو مدارس تعمیر ہوئے ان کو مالی مدیر برائے اسلامی فوجی فارس نے فراہم کی تھی۔ گویا یہ افغان جہاد سے پہلے کی بات ہے۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ ۱۹۹۶ء میں پاکستان میں موجود منظور شدہ مدارس کی تعداد ۲۵۰۰ تھی۔ ان تمام مدارس کو مالی مدیر برائے پاکستان سے ممبر آئی تھی۔ پاکستان کے مدارس کو فراہم کی جانے والی مالی مدود را صل سعودی عرب کی اس خطے میں وہ پالیسی ہے، جسے ایران مخالف پالیسی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس پالیسی کا ایجادنا یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان ممالک کی داش و روانہ اور ثقافتی زندگی پر تسلط حاصل کیا جائے۔ ولی نصر کا کہنا ہے کہ سعودی

پاکستان اور سعودی عرب کے مابین کئی عشروں سے قریبی تعلقات ہیں۔ ان تعلقات کا دائرہ اڑا عسکری اور سیاسی حکومتوں کے مابین بھی رہا ہے۔ سعودی عرب نے پاکستان کو دل کھول کر معاشری مدد بھی فراہم کی ہے۔ دونوں ممالک نے دفاعی معاملات (defence matters) میں بھی ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔

۱۹۷۰کے بعد سے سعودی عرب نے پاکستان کو خیز سطح پر ایسی مالی مدد بھی فراہم کی ہے، جس کا مقصد اہل حدیث اور دیوبند مدارس میں اسلام کا خالص / متعدد / غلوامیز رخ (puritanical version) پیش کرنا تھا جو اس روایتی تصور سے مختلف تھا جس پر پاکستان میں ایک عرصے سے عمل کیا جاتا رہا تھا۔ اس مالی مدد کا راست پتا چلا تا آسان ہیں۔ اسکا اور تحریکی کارکس بارے میں بتاتے ہیں کہ مدارس مذکور کیے مالی مدد سعودی عرب میں موجود ڈیورٹی ڈرائیک (private sources) سے فراہم کی جاتی ہے۔ سعودی عرب کی جانب سے ان مدارس کو بھی معاشری مدد فراہم کی گئی ہے جنہوں نے ۱۹۸۰ء میں افغان مجہدین کی تربیت کی۔ اس معاشری مدد سے افغان جہاد زیادہ عرصے تک چلے میں کامیاب رہا۔

پاکستانی مدارس کو فراہم کی جانے والی سعودی معاشری مدد کا تجیک یہ ہوا کہ پاکستان میں سعودی عرب کے ایران مخالف عز ائمک کو فروغ ملا جس کی وجہ سے اسلام کا وہ تصور فروغ پایا جسے سنی اسلام کہا جاتا ہے۔ آج جس کی پاکستان میں نہ صرف تدریس کی جاتی ہے بلکہ اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔

۱۹۷۹ء کے دو ائم تاریخی واقعات، یعنی ایران میں اسلامی انقلاب اور افغانستان میں روہنگیوں کی چڑھائی نے پاکستان میں سعودی عرب کے اڑاٹ کو مزید مضبوط کیا۔ ایرانی انقلاب نے پاکستان میں سعودی مقاصد کو نہ صرف بڑھا دیا بلکہ روس افغان جنگ نے پاکستان کی بہترین عمارات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس مسجد کی تعمیر نے صدیوں پر اپنی تاریخی عمارتوں کو بھی بھاولیا۔ پاکستان میں اس مسجد کی تعمیر بھی جس سے مدارس کو معاشری مدد فراہم کرنا سہل ہوا۔

سعودی پاکستان تعلقات پائیدار اور غیر مشروط ہیں۔ اپریل ۲۰۱۵ء میں ایک جیران گن امری یہ سامنے آیا کہ سعودی عرب کی جانب سے جاری کردہ ڈیورٹ ایار بار ڈالر کے قرضوں

نے شہزادہ سلمان کے لیے نہایت گرم جوشی کا روایہ اختیار کیا اور کہا کہ اگر وہ پاکستان کے انتخاب میں حصہ لیتے تو انھیں عمران خان سے زیادہ ووٹ ملتے۔ عمران خان نے کہا تھا، بن سلمان پاکستان میں بہت مقبول ہیں۔ اگر یہ کوئی جیسے سائل کا سامنا نہ ہوتا تو محمد بن سلمان دیکھتے کہ ان کے استقبال کی غرض سے ہزاروں افراد مزکوں کے اطراف میں بھی ہو جاتے۔

پاکستان کے سعودی عرب سے قریب ہونے میں صدر ٹرمپ کے طوفانِ ٹوبیٹ کا بھی بڑا عملِ خل ہے، جس کی وجہ سے عمران نے مقبول وحدے کے جیسے وہ مغرب پر انحصار نہیں کریں گے۔ عمران خان نے محمد بن سلمان کو خوش کرنے کے لیے وحدہ کیا کہ فیڈرل انویسٹی کیشن اینجمنی ان صحافیوں اور کارکنان کی تیش کے کام کا آغاز کر دیکھی ہے۔ جھوٹوں نے سوچ لیا ہے کہ خانجی کے قتل کے حوالے سے شہزادہ سلمان کے دورے پر احتیاج کیا۔

اس دورے میں عمران خان نے سعودی عرب میں قید پاکستانیوں کی رہائی پر زور دیا۔ محمد بن سلمان نے اس سے اتفاق کیا تھا کہ اگلے مہینے ہی وہ پاکستانیوں کے سرقلم کیے گے جن پر شر آور اشیاء لے جانے کا الزام تھا۔ اس لیے آج بھی ان مالک کے درمیان مضبوط ووتی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

ماحصل (Conclusion)

یہ بات بالکل واضح ہے کہ سعودی عرب کی جانب سے جاری کردہ مالی مدد نے پاکستان میں اپنے اڑات پڑھانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ان سعودی اڑات کو نہیاں طور پر مذہب اور ثقافت کے دائروں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ پاکستان میں ثقافت کی تحریک کو یہاں کے بڑے شہروں میں کارروں کی کچھ نہیں پہلوں پر ”الباکستان“ کے عنوان سے دیکھا جاسکتا ہے۔

ضمون نگار برولکنر انسٹی ٹیوشن (The Brookings Institution) سے والبستہ ہیں۔ جوزہ ہاپکنز (Johns Hopkins) میں بھیثیت اسٹنٹ پروفیسر گلوبل پالیسی کے موضوع پر تدریسی فراکشن انجام دیتی ہیں۔ اس سے پہلے یونیورسٹی آف میری لینڈ میں پبلک پالیسی پڑھاتی تھیں۔ ان کی تحقیق و تجزیے کا موضوع پاکستان اور عالمی حالات ہیں۔

وولدہ بیک سے بطور مشیر والبستہ ہیں۔ ۲۰۱۸ء میں ان کی کتاب "Pakistan Under Siege: Extremism, Society, and the State" شائع ہوئی۔

"Saudi Arabia's Hold on Pakistan". "Foreign Policy". ("Brookings, May 2019)

سیاست دانوں اور فوج کے قریبی تعلقات وزیر عظم دو القمار علی بھٹو نے ہمارے میں فروری ۱۹۷۴ء میں دوسری اسلامی سربراہی کا فنرنس کا انعقاد کیا۔ اس وقت شاہ فیصل اور آئندی کے جیتوں میں تھے جھوکو شریک جیتوں میں ناہز دیکھ لیا۔ اس کا فنرنس کے لیے فوری کے مبنی کا انتخاب کیا گیا اور شاہزادہ ایمان نے اس میں شرکت سے انکار کیا۔ جھوکو سعودی عرب کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ملک میں اسلام پسندوں کی جانب سے تواتر سے سیاسی دباؤ کا فشار تھے۔

ضیا الحق کا تصویر اسلام جس کی حمایت جماعت اسلامی نے کی۔ ضیا الحق نے پلک اسکوں کے نصاب کو اسلامی بنایا۔ ملک کے قوانین میں تبدیلیاں کی گئیں۔ ناموس رسالت پر مزماںے موت کی اجازت دی گئی۔ سکسار اور ہاتھ کا شے جیسے قوانین منظور کیے گئے۔

پاکستان اور سعودی عرب کی افواج کے درمیان تعلقات بھی مضبوط ہوئے۔ اس کی بنیاد پر قیاس کیا جاتا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان جو ہر یہ سطح پر تعلقات ہواں ہوئے یہاں دونوں ممالک اس سے انکاری ہیں۔ محمد بن سلمان اور عمران خان

عمران خان نے ۲۰۱۸ء میں ”سعودی انویسٹمنٹ کا فنرنس“، میں شرکت کی، جس میں بہت سے ملکوں نے خانجی کے قتل کے بعد شرکت سے انکار کر دیا تھا۔ وہاں سے عمران خان چھار بار ڈارکی امداد لے کر لوٹے۔ فروری ۲۰۱۹ء میں یہ تعلقات اس وقت ہر یہ گھرے ہوئے جب محمد بن سلمان نے پاکستان کا دورہ کیا۔ جہاں میں سوار شہزادہ سلمان کو خوش آمدی کہنے کے لیے جیت ہزار جہاںوں کا استقبال کے لیے ترتیب دیا گیا تھا، جہاں عمران خان اور آری چیف موجود تھے۔ عمران خان نے استقبال کی رسماں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کا رکورڈر عظیم ہاوس چلا کر لائے جس میں محمد بن سلمان موجود تھے۔ یہ سلسہ دن بھر چلتا رہا۔ محمد بن سلمان آٹھ تھی کاریں اور کرسٹ کا سامان اپنے ہمراہ لائے تھے۔ اس موقع پر اولاد پنڈی اور اسلام آباد میں تعطیل کا اعلان کیا گیا تھا۔ ایک ہزار علاشی کے مرکز بنائے گئے تھے۔

محمد بن سلمان کے ہم راہ چالیں بڑے سعودی تاجر تھے جھوٹوں نے ۲۰۱۸ء ڈارکی معابرے کیے۔ ان معابروں کا مقصد تو انہیں جیل ریفائنری اور مدد بیانات کی ترقی تھا۔ ان معابروں کی اصل معلومات تاحال خلی ہیں۔ صدر پاکستان نے محمد بن سلمان کو نتناں پاکستان کا اعزاز پیش کیا۔ عمران خان

عرب اس تعلق سے تہائے تھا بلکہ عراق کے بھی ایسے ہی عزم تھے۔ پاکستان میں موجود شیعہ مدارس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھیں ایران سے مالی مدد میسر آتی ہے۔

ایک تجھیں کے مطابق ستر کی وسط دہائی میں اور نوے کی وسط دہائی میں پاکستان میں موجود مدارس کی تعداد تین گنا ہو گئی۔ اس تجھیں کے بعد سے پاکستان کے مدارس پر عالمی سطح پر نگرانی کی جا رہی ہے۔ ان مدارس کے بارے میں ہزاروں صفتات کی روپیں تحریر کی جا چکی ہیں اور اسکا لروں کی ایک

تعداد ایسی بھی ہے، جو ان مدارس کی کثیر تعداد کے تعلق سے انداود تھار پر مفترض ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان مدارس میں ملک کے پانچ سو صد طالب علم داخلہ لیتے ہیں۔

پاکستان میں مدارس کی تعداد میں ۲۰۰۰ء سے مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک امریکی سفارتی تار (US Consulate

Table) کے مطابق جنوبی پنجاب میں اپنے پسندوں کو بھرتی کیا گیا۔ کشمیر کے مقام پر ۵۰۰۵ء میں زلزلہ آنے کی صورت میں جماعت الدعاۃ (لٹکر طیبہ)، الخدمت فاؤنڈیشن اور سعودی عرب کی جانب سے جو امامادی رقم جمع کی گئی اسے جنوبی اور مغربی پنجاب میں موجود یونہنڈ اور ایل حدیث حقوق میں تقسیم کیا گیا۔

ان تمام اقدامات سے اس قصور کے میلان کے حامل اسلامی تصور (Sufi bent of Islam) کو تبدیل کیا گیا ہے، جو روایتی طور پر یہاں موجود تھا۔ اس کے بر عکس دیوبندی مدارس کی اساس کو اسلام کے احیا کی اون کوششوں میں خلاش کیا جاسکتا ہے جو ہندوستان میں انہیوں صدی میں سامنے آئیں۔ ان کوششوں میں صوفی اسلام کی خلافت کی گئی۔ اس تصور اسلام کی حمایت بریلوی روایت میں ملتی ہے۔

کچھ تجھیںوں کے مطابق پاکستان میں ۸۰ فیصد دیوبندی مدارس ہیں۔ پاکستان کی دو اہم اسلامی تنظیمیں ”جمعیت علماء اسلام“ اور ”جماعت اسلامی“ دیوبند روایت کی حاصل ہیں۔ اتر پریش میں موجود مدرسہ دیوبند سے اس روایت کا آغاز ہوتا ہے، جس کی بنیاد ۱۸۲۶ء میں رکھی گئی تھی۔ طالبان کا تھار بھی دیوبند روایت کی تشدید اسی سبب سے ہوتا ہے۔ ولی نصر کا کہنا ہے کہ مالی اور انش و رانی سطح پر سعودی عرب اس کا ذمہ دار ہے کیوں کہ پوری مسلم دنیا میں دیوبندی اپنے پسندی اس کی وجہ سے ملکی ہو سکی ہے۔

۱۹۸۰ء کے بعد سے تعلیمی نصاب اور ملک کے قوانین پر سعودیت کا غالب دیکھا جاسکتا ہے۔

بھارت: پڑوس کی طرف جھکاو

Suhasini Haidar

ممالک کے درمیان واطرفہ تازع عمل کرنے کی بات نہیں کی ہے، اس کے برعکس شنگھائی تعاون تنظیم علاقائی سلامتی سے متعلق تنظیم ہے، جو خطے میں تعاون عمل کرنے کے لیے کام کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اس کے ارکان مشترک فوجی مشقیں بھی کرتے ہیں۔ بھارت سارک میں سب سے بڑا مالک ہے، اس لیے جب بھارت سارک اجلاس میں شرکت سے انکار کرتا ہے تو مصالحت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ شنگھائی تعاون تنظیم کی قیادت چین اور روس کر رہے ہیں اور دونوں ممالک ہی پاک بھارت مذاکرات کے لیے کردار ادا کرنے کی خواہش کا اٹھارہ کرچکے ہیں۔ ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ ”بھلک اجلاس“ کے دروان روں اور چین ان کوششوں میں کتنا کامیاب ہوتے ہیں، بھلک میں شنگھائی تعاون تنظیم کے جوں کے اجلاس میں وزیراعظم عمران خان اور مودی دونوں شرکت کر رہے ہیں۔ شنگھائی تعاون تنظیم کے اجلاس کی میزبانی ہر رکن ملک باری کرتا ہے، امکان ہے کہ اگلے سال بھارت پاکستان شنگھائی تعاون تنظیم کے اجلاس کی میزبانی کریں گے، یعنی مودی یا عمران خان کی میزبانی کریں گے پھر وہی صورتحال ہو گی جس کی وجہ سے مطابق تنظیم کے ممبران کے درمیان تعاون ایک اضافی معاملہ ہو گا، جو واطرفہ، علاقائی اور کیشوری کی تعاون کا مقابل نہیں ہو گا۔ تنظیم خود کو جنوبی ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا کے درمیان ایک پل قرار دیتی ہے۔ تنظیم کی دستاویزیات کے مطابق تنظیم سارک اور آسیان کے درمیان علاقائی تعاون کا پلیٹ فارم سے پیش کردہ جنوبی ایشیا سیکل اسٹیل کی جانب ہے۔ میکن اس طرح کے منصوبوں پر تو دیگر علاقائی تنظیموں میں بھی عمل نہیں ہو سکا۔ بنگال دلش، بھutan، بھارت اور نیپال میں علاقے کو جوڑنے کے لیے موڑ ویکل معاہدہ بھutan کی توافق کی وجہ سے نہیں ہو سکا، حالانکہ بھارت کی برس سے توافق کی تسلیم کے لیے سرحدی راہداری فراہم کر رہا ہے، جس کے ذریعے بھutan اور نیپال آسیانی کے ساتھ تکلی بھلک دلش جیسے دیگر ممالک کو فروخت کر رہے ہیں۔ بھارت کی جانب سے پاکستان کو جنوبی ایشیا میں آزاد بھارت کا معاہدہ نہ ہونے کا ذمہ دار قرار دینا اور بھارت کو تجارت کے لیے پسندیدہ قوم کا درجہ نہ دینے پر ناراضی کا اٹھارہ درست ہے، پسندیدہ حملہ کے بعد بھارت نے بھی پاکستان سے تجارت کے لیے پسندیدہ ملک ہونے کا درجہ واپس لے لیا۔ ہر حال تھی وہی کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ خطے میں معاشر شرکت داری کے لیے قائم آسیان جیسی تنظیم کو بھی آزاد بھارت کے معاہدے میں

موصول ہوئی۔ سارک کی سب سے بڑی ناکامی سیاسی ہے، پاکستان بھارت کشیدگی کی وجہ سے تنظیم کے سربراہان ملکت ۳۲۰ برس میں حصہ ایسا بر طے ہیں اور ایسی آخری ملاقات پانچ برس قبل کھنڈدہ میں ہوئی تھی۔

وزیراعظم بننے کے بعد سب سے پہلے مالدہ پ ۱۹۹۶ء میں ایک سیم بیانی، بھوٹان اور نیپال نے اس تنظیم میں ۲۰۰۳ء میں شمولیت اختیار کی، اس تنظیم کا کوئی سیکریٹری ۲۰۱۲ء تک موجود نہیں تھا۔ ان ممالک نے کچھ بینکی شعبہ جات میں بہتری حاصل کی ہے، ۳۲۰ برس میں اس تنظیم کے حصہ چار سربراہی اجلاس ہو سکے ہیں۔ پاکستان بھارت کشیدگی کی وجہ سے غلچ بھگال کی تنظیم کے میرے مخصوص ہونے کا امکان ہے، لیکن کچھ جو ہبات کی بنا پر غلچ بھگال کی تنظیم سارک کا مقابل نہیں بن سکتی ہے۔ غلچ بھگال کی تنظیم کے بیانوی اصول کے مطابق تنظیم کے ممبران کے درمیان تعاون ایک اضافی معاملہ ہے۔ مودی کی تقریب طلف برداری میں مدعاو کیا، اس تنظیم میں سارک کے پانچ ممالک بنگال دلش، افغانستان، نیپال، بھوٹان، سری لنکا سمیت تھائی لینڈ اور میانمار بھی شامل ہیں، اپنے جغرافیہ کی وجہ سے پاکستان، افغانستان اور مالدہ پ غلچ بھگال کی تنظیم میں شامل نہیں ہیں۔

سارک کا قیام
یہ اندازہ لگانا کاغذی غلچ بھگال کی تنظیم سارک کی جگہ لے گی یا مودی حکومت کا سارک کی قبر پر نئی تنظیم کی بنیاد رکھنا انتہائی شیرین طبقی ہو گا، یہ دونوں تنظیموں کے اصولوں سے انحراف بھی ہے۔ سارک تنظیم جنوبی ایشیائی ممالک کی قدرتی جغرافیائی شناخت، تاریخ اور اقوام کے ہم عمر ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔ جنوبی ایشیا میں اقوام کے درمیان ثنافائی، سانسی اور نہ ہی تعلق بھی موجود ہے، ان ممالک کے دریا اور موسم بھی ایک جیسے ہیں، جبکہ فلم، شاعری، مزاج، تفریخ اور کھانے میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں ۱۹۸۵ء میں سارک چارڑپ دھنٹھ ہونے کے بعد سے تنظیم نے زراعت، تعلیم، صحت، ماحولیاتی تبدیلی، سائنس اور فنکاری، ٹرانسپورٹ کے شعبوں میں تعاون کے مشترک مقاصد وضع شنگھائی تعاون تنظیم جیسے دیگر عالمی فورمز کے لیے برقراریں ہے۔ مثال کے طور پر جب ۲۰۱۰ء میں ولی میں ساؤ تھا ایشیا پیورٹی کا آغاز ہوا تو میں اسیٹوں کے لیے ۲۲۰ درخواستیں

بھارت کا سارک کو بدناام کرنا

بھارت میں سارک کی شدید مخالفت کرنے کی کیا وضاحت دی جاتی ہے، بھارتی حکومت پاکستان کی جانب سے دھشتگردی کو سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیتی ہے۔ ۲۰۱۲ء میں ”اڑی“ میں بھارتی فوج پر حملہ کے بعد وزیراعظم مودی نے اسلام آباد میں ”سارک سٹ“ میں شرکت سے انکار کر دیا تھا۔ بنگال دلش اور بھutan نے بھی سارک سٹ میں شرکت سے انکار کیا تھا، لیکن بھارت کا یہ اصولی موقف شنگھائی تعاون تنظیم جیسے دیگر عالمی فورمز کے لیے برقراریں رہ پاتا۔ پاکستان اور بھارت نے ۲۰۱۷ء میں شنگھائی تعاون تنظیم کی رکنیت حاصل کی۔ سارک نے کبھی بھی اپنے رکن

دہشت گردی: گھبرائے نہیں!

بیدا ہوتی ہے۔ جبکہ دہشت گردی کے معاملے میں خوف، مرکزی حیثیت کا حال ہے۔ دہشت گردوں کی عملی کارروائی کا جنم اور اڑ بہت کم ہوتا ہے، اس کی اصل قوت دہشت کا زیادہ سے زیادہ پھیلا دہوتا ہے۔ (اصطلاح ”دہشت گرد“ اور دہشت گردی کے معاملے میں پروفیسر صاحب بھی عالمی میڈیا کی مانند ٹبلک ہیں۔ یمن السطور اشارہ مسلمانوں کی جانب ہے۔ تہذیب کے باب میں پروفیسر ہراری تہذیب پوں کے تصادم کا تصور درکرچے ہیں۔ مگر یہاں مغربی تہذیب کے نمائندے بن کر سامنے آ رہے ہیں۔)

پرتشدد طریقوں سے سیاسی صورتحال بدلتا ہمیشہ آسان نہیں ہوتا۔ دہشت گرد و کس طرح بہت برا سیاسی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں لہذا، یہ ایک ایسی بھی کی مانند ہیں جو ایک چاننا شاپ تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ مکھی تو چانے کا ایک کپ بھی نہیں بلکہ۔ پھر کس طرح وہ چاننا شاپ تباہ کر سکتی ہے؟ یہ ایک بدل کے کان میں جا گھستی ہے، جب جھناتی ہے۔ بدل خوف سے دیوانہ وار بھاگتا ہے اور چاننا شاپ تباہ کر دیتا ہے۔ ایسا یہی کچھ جنونگی رہ کے بعد، وہ اسلامی نیڈا پرستوں نے امریکی بدل کے کان میں جب جھناتے ہیں، اور اس نے مشرق وسطیٰ کی چاننا شاپ تباہ کر دی۔ اب دہشت گرد میلے پر بچل پھول رہے ہیں۔ دنیا میں پا گل بیلوں کی کوئی کمی نہیں۔ (نائن الیون جملوں کی تحقیق آج تک کچھ بھی ثابت نہیں کر سکی۔ اسلامی نیڈا پرستوں کی کہانی روی مالائی ہے۔ زمین خاک نائن الیون کیشیں کی تحقیقات سے قطعی مطابقت نہیں رکھتے۔)

پتے دوبارہ پھیٹنا

دہشت گردی ایک بے کش ملٹری استریٹیجی ہے کیونکہ یہ سارے نیچلے دُشمن کے ہاتھوں میں دے دیتی ہے۔ وہ کیا فیصلہ کرے؟ یہ اس کا کلی اختیار رہتا ہے۔ فوجیں عام طور پر ایسی صورتحال سے بچنے کی کوشش کرتی ہیں۔ وہ تھیقتوں میں بہت زیادہ مادی نقصان پہنچانا چاہتی ہیں، مگر ایسی صورتحال میں یہ دشوار رہتا ہے۔ کسی ٹھوس نقصان کے بغیر دُشمن کو اشتغال دلانا دراصل بایو سانہ کوشش ہے۔ مگر دہشت گردوں کے پاس انتقام کا اختیار کم ہی ہوتا ہے۔ وہ اتنے کمزور رہتے ہیں کہ جنگ نہیں چھیڑ سکتے۔ اس لیے وہ دہشت کا بہت بڑا

Yuval Noah Harari

دہشت گرد ہنول کو قابو میں رکھنے کے ماہر ہیں۔ بہت کم لوگوں کو ہلاک کرتے ہیں مگر کروڑوں انسانوں کو دہشت زدہ کر دیتے ہیں، پورپی یونین اور امریکا جیسے سیاسی ڈھانچوں میں بھوچال بیدا کر دیتے ہیں۔ نائن الیون سے اب تک دہشت گردوں نے ہر سال پورپی یونین کے ۵۰ لاکھ ہلاک کیے ہیں، وہ افراد امریکا میں، سات باشندے جیں کے اور پوری دنیا میں مجموعی طور پر ۲۵ ہزار کی تعداد تک لوگ سالانہ مارے گئے ہیں (ان کی اکثریت عراق، افغانستان، پاکستان، ناگیر یا اور شام سے تعلق رکھتی ہے) (اس پیغمبر اگراف کے بعد ادو شمار و اخراج کرتے ہیں کہ جسے دہشت گردی کے خلاف جنگ کہا جاتا ہے، وہ مسلم ملکوں پر جاریت پورپی باشندے، ۶۰ ہزار امریکی شہری، دولاکھ ستر ہزار چینی شہری اور دنیا بھر میں بارہ لاکھ پچاس ہزار لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ فیاض ۳۵ سال ۸۰ لاکھ انسانوں کی جان لے لیتا ہے۔ فضائی ۱۰۰۰ میٹر کی اونٹے لاکھ لوگوں کو موت کی نذر کر دیتی ہے۔ پھر ہم کیوں فیاض کے مقابلہ میں دہشت گردی سے زیادہ ڈرتے ہیں؟ پھر کیوں حکومتوں کو فضائی ۱۰۰۰ میٹر میں ناکامی پر کچھ نہیں کہا جاتا؟ اور کیوں یہ جو ملکیں کبھی کو محارکے دہشت گرد ملکوں کے سبب انتباہت بر جاتی ہیں؟ (یعنی مغرب میں دہشت گردی کے خلاف جنگ ایک ایسا نیزہ رہے۔ پھر ایک یونین کے اس سے دو مزید باتیں واضح ہوتی ہیں: مغرب میں مخفی پر اپیگنڈا کے ذریعہ مسلمان خالف دوست بینک مسلم کیا گیا ہے اور نائن الیون کی جنگ نیسا، فیصلہ تھا، جس کا مقصد مشرق وسطیٰ میں مسلم ممالک کی تباہی تھا) اس اصطلاح پر غور کریں، دہشت گردی ایک فوچی حکمت عملی ہے: یعنی دہشت پھیلا کر سیاسی فائدے حاصل کرنا ہے۔ یہ کمزور جماعتوں کا تھیار ہے، جو مادی طور پر زیادہ نقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتیں، لیکن دہشت پھیلا کر بدق پورا کرنا چاہتی ہیں۔ یقیناً فوج کا ہر ایکشن خوف پھیلاتا ہے۔ لیکن رواتی جنگ میں دہشت جانی نقصان کے سبب

شدید رکاوٹ کا سامنا ہے، جب کہ خلیج بھال کی تنظیم بھی کسی آزاد تجارت کے معابدے پر مخفی میں ناکام رہی ہے۔ اے گے بڑھنے کا راستہ یہ ہے کہ سارک تنظیم بھی آسیان کی طرح ”ماہس ایکس“، فارمولہ اپنا سکتی ہے، یعنی جو ملک آزاد تجارت کے معابدے پر مخفی نہیں، اس کو بعد میں اس معابدے میں شامل ہونے کا اختیار دیا جائے۔ جب کہ باقی جو ارکان ممالک تجارت اور نیکنالوگی میں تعاون کا معابدہ کرنا چاہتے ہیں تو ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ سارک کی حالت کا کچھ تعلق تنظیم کی تاریخ کے ساتھ بھی ہے۔ بگدادیں کے سابق ”بھارت مخالف“ آمر پیارہ الرحمن نے چھوٹے اور غیر ترقی یافتہ پڑوںی ممالک کو ساتھ ملا کر بھارت کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ نوے کی دہائی میں جب بھارت خود کو خلی میں اقتصادی قائد اور ایشیائی طاقت کے طور پر دیکھنے کا اور نی دہلی نے اقوام تحدہ کی سلامتی کوںل میں مستقل نہت دینے کا مطالبہ کیا تو سارک تنظیم غیر متعلق نورم بن کر رہ گئی۔ پاکستانی اشیلہ شمشنگ کی نظریں بھی ہمیشہ مغربی ایشیا پر ہیں اور انہوں نے سارک سے کم ہی توقعات وابستہ کیں، کیوں کہ یہاں بھارت کا کروار سب سے بڑا تھا۔ بہر حال وقت کے ساتھ ساتھ بھارت کو سارک کی قیادت کرنے میں فائدہ نظر آئے لگا، تاکہ پڑوںی ممالک کو ساتھ ملا کر بھارت کی طاقت کو کوئی گناہ ہو ہیا جاسکے۔ بگدادیں اور سری لانکا معاشری اور انسانی ترقی میں بھارت کو بھیچھے چھوڑ گئے ہیں، ان کے ساتھ تحریرت واری کے وسیع موقع موجود ہیں۔

سارک کی بحالی

سارک کے لیے ابھی امکانات باقی ہیں، پورا خط پھینی سرمایہ کاری اور قرضوں کے نشانے پر ہے۔ سارک ایک ایسا پلیٹ فارم بن سکتا ہے، جس سے پائیدار اور متبادل ترقی کا مطالہ کیا جاسکتا ہے۔ تجارتی نیرف کا مشترکہ مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور جنوبی ایشیا کے مزدوروں کے لیے دنیا بھر میں بہتر شرائط پر نوکری حاصل کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ اس وقت تک ملنے نہیں جب تک سارک اور جنوبی ایشیا کے لوگوں کو بغیر کسی رکاوٹ ترقی کی اجازت نہیں دی جاتی۔ سارک کے امکانات کو ابھی تک پوری طرح بروئے کاربنیں لایا جاسکتا ہے، جنوبی ایشیا میں دنیا کی آبادی کا ایک چوتھائی حصہ رہا اس پر یہ ہے، جو کٹھے ہو کر ہی اپنی منزل حاصل کر سکتا ہے۔

(ترجمہ: سید طالوت اختر)

"The immediate neighbourhood".

(thehindu.com). June 5, 2019)

تصور ہے، جس پر دہشت گرد چھائے رہتے ہیں، اور اسے ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ یہیں اپنے تصور کو نہ دشتم سے آزاد کرنا ہو گا، اور اس خطرہ کا درست تابع بھائنا ہو گا۔ یہ ہمارے اندر کا خوف ہے جو میدیا کو بھپر پور خوارک فراہم کرتا ہے، حکومتوں کو بڑھنے کا دروازہ بھکارا دینے کا جزا مہما کرتا ہے۔

دہشت گردی نیوکلیئر ہو رہی ہے!

مذکورہ تجویز دہشت گردی کی عمومی تعریف واضح کرتا ہے۔ تاہم، اگر دہشت گروں کے ہاتھ بڑی بھیلانے والے تھیار آجاتے ہیں تو صورتحال ڈرامائی طور پر بدلتی ہے۔ اگرچھوئی تھیموں کے چند جنوں شہر کے شہر بنا کر سکتے ہوں تو کوئی بھی محفوظ نہ رہے گا۔ اس اعتبار سے آج کی دہشت گردی کل کی نیوکلیئری دہشت گردی بن سکتی ہے۔ سامنہ دہشت گردی یا باعیو دہشت گردی زیادہ غمین نہان کج سامنے لائتی ہے۔ یہیں دہشت گردی کے خلفيات اور اس کی اصل شدت میں فرق بظور رکھنا ہو گا۔۔۔ نیوکلیئر دہشت گردی کے خدشے کی نہاد پر ہر ساری کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ ریاست کو رغل میں بہت زیاد محتاط ہونا چاہیے۔

آخری دو دہائیوں میں امریکا نے کھربوں ڈال دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ضائع کیے۔ ہم یقین سے کہ سکتے ہیں کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ نے نہ صرف پوری دنیا میں زبردست تباہی پھیلانی ہے بلکہ فائدہ مندرجہ ذیل کی راستے کے خاتمے کے لیے استعمال ہو سکتا تھا، ایڈر اور فربت کے خلاف استعمال کیا جاسکتا تھا۔ لوگ شاید بشیں، بلیں اور اب اپر غلط حدا آرائی کا اڑاں عائد کریں۔ مگر اڑاں لگانے والے ان خطرات کے بارے میں کیا کہیں گے جو مکان طور پر انساد دہشت گردی مہم کی وجہ سے قوی پندرہ ہو سکے۔ یقیناً نیوکلیئر دہشت گردی کا راستہ روکنا چاہیے مگر اسے نہروں ایجاد نہیں بنایا جاسکتا۔

(تاب: ”کیسوں صدی کے اکیس سو“ ترجمہ تھیمس ناصر قاروں)

فارسیں سے گزارش

جو قاریں اپنا مکان یا فنر چھوڑ جاتے ہیں، ان کے سابقہ پتے پر روانہ کر دو پر چواپں آ جاتا ہے۔ اس طرح ادارہ کے وسائل کا نقصان ہوتا ہے۔ الہام ہے کہ جو قاریں اپنا پتا تبدیل کریں، وہ اپنا نیا پتا بلا تاخیر تھیں سمجھ دیا کریں تاکہ ”معارف فخر“ کی نئے پتے پر ترسیل ہوتی رہے۔۔۔ ادارہ

ہے، طاقت کا انداہ وہند استعمال کرتی ہے اور دہشت گروں کے ہاتھوں میں ٹھکلنا بن جاتی ہے۔ اس طرح وہ اپنا سیاسی جواز کو ٹھیک ہے۔ جبکہ بھی ریاست جنی اور گھر بیان تشدید ہے واقعات پر نسبتاً نرم روایہ اختیار کرتی ہے، کیونکہ ان واقعات سے حکومت کو کوئی سیاسی خطرہ دریافت نہیں ہوتا فرانس میں ہر سال عصمت دری کے دس ہزار واقعات رپورٹ ہوتے ہیں اور مزید ہزاروں واقعات رپورٹ نہیں ہوتے لیکن عزت نہیں سوچتے۔ یہ تھیس پر ڈپورڈ کی طرح سوچتے ہیں۔ ناک ایلوں کی مثال لے لیجیے۔ دہشت گروں نے فوجی اڈے پیخا گوں سے زیادہ ٹوکن ناوارز کی جاہی پر توجہ مرکوز کی تاک دہشت گردی پر رغل زیادہ دہشت ناک صورتحال پیدا کرتا ہے۔ دہشت گردی بھی جزوں کی طرح نہیں سوچتے۔ یہ تھیس پر ڈپورڈ کی طرح سوچتے ہیں۔ ناک ایلوں کی مثال لے لیجیے۔ دہشت گروں نے فوجی اڈے پیخا گوں سے زیادہ ٹوکن ناوارز کی جاہی پر توجہ مرکوز کی تاک دہشت گردی کے مطابق امریکی و دیگر حکومتوں یہتھی سادہ اور بے وقوف ہیں جبکہ مسلمان دہشت گردی پر ہی شاطر اور چالاک ہیں اپر و فیسر یا تو یہتھی نادان ہیں یا قاری کو نادان سمجھتے ہیں۔)

بھی رویہ ہے جو دہشت گردی کے تھیز کو کامیاب بناتا ہے (یہ بالکل درست بات ہے۔ دراصل دہشت گردی تھیز، مغرب میں انتہائی سیاست کا ایجاد ہے۔ بھی نے ”صلیبی جنگ“ کی اصطلاح سوچ سمجھ کر استعمال کی تھی، جوہٹ کے سہارے عراق اور افغانستان پر جنگیں مسلط کی گئیں، جن سے صورتحال واضح ہو گی)۔ ریاست نے سیاسی تشدید کے لیے بڑی جگہ مہیا کی ہے، چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بڑھا چکا کر پیش کیا جاتا ہے۔ تھیم میں چند لوگوں کی موت ناگیر بایا عراق میں ہزاروں کی ہلاکت سے زیادہ توجہ حاصل کرتی ہے۔ صدیوں کی خونیں جدو جہد کے بعد ہم تشدید کے ملک ہوں سے باہر نکلنے تھے، تھا لگتا ہے یہ ملک ہوں اب تک موجود ہے، اور یہیں نگہ کی تیاری کر رہا ہے۔

دہشت گردی کا بہترین جواب شاید اچھی تھیں جن اور مالی تیز و رکس پر حملہ ہے۔ مگر یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے لوگ تی وی پر دیکھیں لوگ نائن المون پر جزوں اور یہ نہیں نظر کی جاتی کہ دہشت گرد مہمات طاقت کے ذریعہ پکی ہیں (اسرا میں پر و فیسر کا تعصیب یہاں کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ دہشت گرد ریاست اسرا میں کے غصب اور ظلم کو نہ صرف جواز مہیا کر رہے ہیں بلکہ قسطین کے اصل باشندوں کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ یہاں پر و فیسر کا سیکولر ازم صہیونیت اختیار کر گیا ہے)۔

دہشت گرد ایک نامکن مشن پر ہوتے ہیں کسی فوج کے بغیر تشدید کے ذریعے سیاسی صورتحال کا توازن بکارا جائے۔ جب ریاست چیلنج کرتی ہے تو دہشت گرد کامیابی سے کچل دیے جاتے ہیں۔ چند دہائیوں میں ریاستوں نے سیکلوں دہشت گرد قیظیں ختم کی ہیں۔ اسرا میں نے انتہائی نظرناک دہشت گرد مہمات طاقت کے ذریعہ پکی ہیں (اسرا میں پر و فیسر کا تعصیب یہاں کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ دہشت گرد ریاست اسرا میں کے غصب اور ظلم کو نہ صرف جواز مہیا کر رہے ہیں بلکہ قسطین کے اصل باشندوں کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ یہاں پر و فیسر کا سیکولر ازم صہیونیت اختیار

کر گیا ہے)۔

دہشت گرد ایک جو ایسی کی مانند ہے۔ جو اپنے خانہیں کو پتے دوبارہ چھیننے پر ملک کرتا ہے۔ وہ کچھ نہیں ہارتا اور سب جیت سکتا ہے۔

بڑے جگ میں چھوٹا سا سک

دہشت گروں کی جانب سے مادی نقصان توجہ کے قابل نہیں، پھر ریاست پتے دوبارہ چھیننے پر کیوں تیار ہو جاتی ہے؟ درحقیقت ریاست عموماً غصہ میں آپے سے باہر ہو جاتی

ہے کہ امریکا ان حالات میں تھا رہ گیا ہے۔ ۲۰۱۵ء میں اس ضمن میں جو عالمی سطح پر اتحاد سامنے آیا اس میں پورپ کی اتحادی طاقتون کے ساتھ ساتھ اور وہیں اور جنگی بھی شامل تھے۔

ٹرمپ کی "بھر پور دہاؤ" کی پالیسی نے مزید مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ مذہبی رائہ نما اور ان کے پاسداران انتقام یہ ثابت کر کے اپنا لوہا منوانا چاہتے ہیں کہ ٹرمپ نے جو کچھ بھی کیا ہے اس سے ہر شخص کو بھاری قیمت ادا کرنا پڑی ہے۔ بھری جہازوں پر حملے ہوں یا ڈرون کو مار گرانے جانے کے واقعات، ان سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ وہ گروہ جو اپنی شناخت مخفی رکھ کر ایران کی ایسا پر سعودی عرب کی پاپ لائنوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ان پر یہ بھی شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ انہوں نے امریکی فوجیوں کے بھیس میں عراقی اڈوں کو بھی نشانہ بنا یا ہے۔ اگر معاشری پابندیاں نہیں اخراجی گیکیں تو ایران آبائے ہر مر بند کرنے کا کام کر سکتا ہے، جہاں سے دنیا کو تسلی کا پانچواں حصہ اہم کیا جاتا ہے۔

جان بولٹن، مشیر سلامتی، کاشہرائی جنگ پندوں میں ہوتا ہے جن کا کہنا ہے کہ اگر ایران جنگ چاہتا ہے تو اس کے ساتھ جنگ ہی ہونی چاہیے لیکن یہ سب کچھ بہت نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ کسی ایسی عملی معاہدے سے پیچھے ہٹنے کا مطلب یہ ہو کہ ایران پر حملہ کرنے کی صورت میں امریکا کو جو نغاون اپنے پورپی اتحادیوں سے میسر آتا ہے، کوئی نہیں۔ جنگ اور وہیں اس حوالے سے کسی بھی حلیکی زبردست مخالفت کریں گے۔

شاید معاشری پابندیوں یا جنگ کی صورت میں ایرانی حکومت ختم بھی ہو سکتی ہے لیکن یہ حکومت عملی شاید ہی کہیں زیر غور ہو۔ کیونکہ معاشری پابندیوں کا مقابلہ کئی عشر وہ تک کیا۔ نکست خود رہ ایران شاید ایسی طاقت شامی کو ریا سے کچھ سبق حاصل کرے گا اور یہ بنا نے کی جانب اپنے اقدامات کو مزید تیز کر دے گا۔ جان بولٹن بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایران

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی کی شائع کردہ نئی کتاب

علمی مسائل کے ناظر میں
پاکستان کی خارجہ پالیسی
پروفیسر ڈاکٹر سید صلاح الدین احمد
قیمت: ۳۰۰ روپے

لکیڈمی بک سینٹر، D-35، بلاک-5
فیڈرل بی ایریا، کراچی۔ فون: 021-36809201

اہمی پروگرام، ایران کو کیسے روکیں؟

نہیں۔ صدر ڈنلڈ ٹرمپ کی حکومت عملی ہے کہ ایران پر دہاؤ بڑھایا جائے، لیکن دونوں جانب سے ہمیشہ کی طرح خوفناک دھمکیاں سامنے آ رہی ہیں۔ صدر امریکا کی جنگی چالوں کا دائرہ سکرتا جا رہا ہے۔ ایران جس تجزیٰ سے جارحانہ روایہ اختیار کر رہا ہے، اسی رفتار سے اقدامات کی ضرورت کو صرف صدر محسوس کیا جا رہا ہے۔ ان اقدامات کی ضرورت کو صرف صدر کی جماعت ہی محسوس نہیں کر رہی۔ اس سے پہلے کہ تباہ کے سبب حالات قابو سے باہر ہو جائیں، دونوں ممالک کو مذاکرات کا آغاز کرنا چاہیے۔ مذاکرات کے آغاز کا نیصل کوئی ایسا نامکن کام نہیں جیسا کہ اس وقت محسوس ہو رہا ہے۔

ڈنلڈ ٹرمپ کی ایران کے بارے میں حکومت عملی کی اساس اس مفروضے پر ہے کہ بارک اوباما نے بہت آسانی پورپیں کی افزودگی پر سے شروع کر دی ہے۔ معاہدے میں ۰۳ کلوگرام کی حد کا تعین کیا گیا تھا اور ایران اس کی خلاف ورزی کرنے میں کچھ تامل کا بیکار ہے لیکن اس کی جانب سے پورپیں کی افزودگی کی سطح میں اضافے کی وہی بھی سامنے آ رہی ہے، جس کی وجہ سے اب ایران اس مواجهے قریب ہو رہا ہے جو بم بانے میں معاون ہے۔

خوش قسمی سے ایران کے ایسی طاقت بنتے کے فوری امکانات نہیں۔ ایران دوبارہ اپنے نیکلیائی پروگرام کا استعمال کر رہا ہے تاکہ امریکا پر اپنا دہاؤ بڑھا سکے۔ یہ ایک تباہ گن پہلو ہے۔ امریکا نے ایران پر الزام لگایا ہے کہ اس نے سکی کے بعد سے ہرموز (Hormuz) کے مقام پر چھ بھری جہازوں پر حملہ کیا۔ ۲۰ جون کو ایران نے ایک امریکی جاسوس ڈرون کو مار گایا۔ اس بارے میں امریکا کا اصرار ہے کہ یہ جاسوسی جہاز عالمی سمندری حدود (International waters) سے بھی اوپری پرواز کر رہا تھا۔ ایسے میں ایران کی سمندری حد کی خلاف ورزی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس پر امریکی جنگی جہازوں کو دوبارہ حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا گیا، لیکن ان پر عمل درآمد مکلن نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ٹرمپ نے حسن روحاں کو زیرواہ کیا جا رہے ہیں اور ایران کے نیکلیائی پروگرام کے پُر زور حاصل بھی ہیں۔ اس اہم تریتی صورت حال میں (ایرانی) انتہا پسند حالات کو اپنے مفاد میں استعمال کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ دوسری بات یہ

صدر ڈنلڈ ٹرمپ، امریکا کی اتحادی قویں اور ایران کی حکومت مشرقی وسطی میں کسی نئی بڑی جنگ کے خواہش مند

ہو سکتے، جن کی تاریخ کئی عشروں پر ہے۔ امریکا کی جانب سے عائد کردہ پابندیوں کو آج بھی کمپلٹ طور پر ہٹایا گیا جا سکتا ہے اور نہ ہی پہلے معاہدے پر عمل درست ہو سکا ہے۔ اگر یہ سب کچھ درست سمت میں ہوتا تو یہ معاہدہ ایران کے ایسی پروگرام کو دوبارہ بند کرنے میں معاون ہوتا اور اس طرح بغیر جنگ کیے دوسری مشکلات پر بھی قابو پا جاسکتا تھا۔

(ترجمہ: جاوید احمد خوشید)

"How to contain Iran".
("Economist.com". June 29, 2019)

باقیہ: بھارت پہلے سے زیادہ خطرناک
کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ انگریزیں کو فوری طور پر مسلم پارٹی قرار دیا جائے گے؟، اس لیے اب کامگیریوں کے لیے بھی یہ دکھانا ضروری ہے کہ وہ لکھنی ہندو ہے۔

سوال: آپ اس حوالے سے عالمی برادری کا کردار کس طریقے سے پہنچتی ہیں؟

ارون دھنی رائے: کھرات کے قتل عام کے بعد امریکا نے مودی کو وزیر اعظم سے انکار کر دیا تھا، لیکن وزیر اعظم بننے کے بعد مودی کی ترجیح امریکا جا کر وہاں کے تمام صدور سے پہنچا راست ملاتائیں کر کچھ ہیں۔ مغرب اصل میں موقع پرست ہے، بھارت بہت بڑی مارکیٹ ہے اور سرمایہ کاری کے شاندار مواقع کی وجہ سے مغرب یہاں اپنی موجودگی ضروری سمجھتا ہے۔ مغرب کی جانب سے مودی کے گناہوں کو نظر انداز کرنے کے بعد اخلاقیات کی حیثیت ایک کھانا پکانے کی کتاب کی طرح ہو گئی ہے، یعنی سارا انحصار اس بات پر ہے کہ کھانا پکانے کے کون سے اجزا امارکیت میں دستیاب ہیں۔

سوال: ہماری آخری ملاقات ۲۰۰۹ء کے عام انتخابات سے کچھ عرصہ قبل ہوئی تھی، حالیہ لوک سبھا انتخابات کے بارے میں آپ کیا توافقات ہیں؟

ارون دھنی رائے: آج کا بھارت بہت بدلتا چکا ہے، یہ جگہ اب دس سال پہلے کے مقابلوں میں کہیں زیادہ خطرناک بن چکی ہے، یہاں نفرت، جھوٹ، جعلی بیانات اور نصاب کی تبدیلی جیسے اقدامات بہت زیادہ بڑھ کچے ہیں اور آپ ان بیرون کو ختم نہیں کر سکتے نفرت اور جھوٹ کالاواہما کے سے پہنچنے کے انتظار میں ہے، پھر اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ موجودہ انتخابات کے نتائج کیا رہتے ہیں۔ (ترجمہ: سید طالوت اختر)

(ائزہ: ڈویک مل)

"India is much more dangerous than it was ten years ago". ("en.qantara.de". May 23, 2019)

کی نیوکلیاری سرگرمیوں کو جاہ کرنے سے اس نے جو عملی معلومات اس ضمن میں حاصل کریں ان کو کوئی نقصان نہ ہو سکے گا۔ اگر ایران نے "عالمی معافہ کاروں" سے تعاون نہ کیا تو اس کا یہ پروگرام نیروز میں جاسکتا ہے، جس کے بعد اس کو دو کتابیت مشکل ہو گا۔

وجوہ حالات میں امریکا اور ایران کے لیے تباہ راست لگتے وشید کا ہے، جو وقت مشکل نظر آتا ہے۔ ایران کی وزارت خارجہ نے بیان دیا ہے کہ امریکا کی جانب سے آئت اللہ خامنہ ای اور دیگر اہم منصب داروں پر پابندیوں نے سفارت کاری کے لیے تکمیل طور پر دروازہ بند کر دیا ہے۔ جناب روہانی نے کہا ہے وائٹ ہاؤس دماغی مذکوری کا شکار ہے، جس کا ثبوت ٹرمپ کے دھمکی آسمی بیانات ہیں۔

ثبت خیال (optimists) اس قسم کی محاوا آرائی کو یاد کرتے ہیں، جو امریکی صدر اور شالی کویریا کے کم جوگہ ان کے مابین ان دونوں کی سنگاپور میں ملاقات سے پہلے ہی اور اس ملاقات کے موقع پر صدر ٹرمپ نے صورت میں کامیابی کے میکسیکو اور بینیڈی کے مابین معاہدہ کی صورت میں کامیابی کے

دوچار کرنے کی دھمکی نہ دی جائے تو صدر ٹرمپ کو ایران کے ساتھ غیر مشروط مذاکرات کا آغاز کرنا چاہیے اور ایران کو "دوبارہ عظیم بنی" کا موقع دیا جائے۔ ایران کی میشیٹ کمزور ہو کر سکتی جا رہی ہے، تیسیں بڑھ رہی ہیں، افراد غاؤ کا شکار ہیں۔ اس صورتحال میں جناب خامنہ ای پر دباؤ بڑھ رہا ہے کہ دوسرے پر فریغتہ ہیں۔ اگر مددی رہنماؤں کو نجاست سے جہاں تک ایران کے بیڑاں پر وکام پر اپنے داروں کے خلطے میں مددو دکرنے کا معاملہ ہے تو اس بارے میں ٹرمپ محسوس کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک بار میں ممکن نہیں۔ نیا

معاہدہ ان تمام مسائل کا حل نہیں پیش کر سکتا جو ایران نے پیدا کیے ہیں یا امریکا کے ایران کے تعلقات ایک دمہ موادیں

—(North American Free Trade Agreement)

دوچار کرنے کی دھمکی نہ دی جائے تو صدر ٹرمپ کو ایران کے ساتھ غیر مشروط مذاکرات کا آغاز کرنا چاہیے اور ایران کو "دوبارہ عظیم بنی" کا موقع دیا جائے۔ ایران کی میشیٹ کمزور ہو کر سکتی جا رہی ہے، تیسیں بڑھ رہی ہیں، افراد غاؤ کا شکار ہیں۔ اس صورتحال میں جناب خامنہ ای پر دباؤ بڑھ رہا ہے کہ دوسرے پر فریغتہ ہیں۔ اگر مددی رہنماؤں کو نجاست سے

دوچار کرنے کی دھمکی نہ دی جائے تو صدر ٹرمپ کو ایران کے

ساتھ غیر مشروط مذاکرات کا آغاز کرنا چاہیے اور ایران کو

"دوبارہ عظیم بنی" کا موقع دیا جائے۔ ایران کی میشیٹ کمزور ہو کر سکتی جا رہی ہے، تیسیں بڑھ رہی ہیں، افراد غاؤ کا شکار ہیں۔ اس صورتحال میں جناب خامنہ ای پر دباؤ بڑھ رہا ہے کہ

شمارہ ۱۷ جنوری تا جون ۲۰۱۹ء

مکاری معارف مجاہدین (شماہی)

مکاری معارف مجاہدین (شماہی)</p

بھارت خوف کا شکار کیوں؟

کے گزشتہ دور حکومت میں بھارت کی جانب سے سرحد کی بندش کا تائیخ تجویر یاد ہے۔ اس بندش کی وجہ سے ہی نیپال آنکل کار پوربیش اور پیغمبر و چانکا کے درمیان پہلی بار ایندھن کی خریداری کا معابدہ ہوا تھا۔

نیپال کے برلنکس بھوٹان بھارت کا سب سے مضبوط اتحادی ہے۔ یہ بھارت کا وہ واحد پڑوی ملک ہے جو اپنے لئے بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے کا حصہ نہیں بناتا ہے۔ ۲۰۱۷ء میں بھارت اور چین کی افواج ڈوکام کے علاقے میں آمنے سامنے آگئی تھیں (ڈوکام چین اور بھوٹان کے درمیان ایک تنازع علاقہ ہے) یہ کشیدگی کی ماہ جاری رہی تھی۔ بھارت کے لیے بھوٹان پر اپنا اثر و سوخت قائم رکھتا ہے ضروری ہے۔ بھارت کی جانب سے دیگر ممالک کو دوی جانے والی امداد میں سب سے زیادہ حصہ بھوٹان کو ملتا ہے۔ بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی نے ۲۰۱۷ء میں اپنا پہلا غیر ملکی دورہ بھی بھوٹان کا ہی کیا تھا۔

بنگلادیش اور پاکستان، دو سوت اور دشمن: بنگلادیش بھی بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے کا حصہ ہے۔ یہ اپنے جنگل اور ایک محل قوع کی وجہ سے چین کو بندراگاہوں تک رسائی دے سکتا ہے۔ ۲۰۱۶ء میں چینی صدر نے بنگلادیشی وزیرِ اعظم سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں ۲۰۱۸ء ارب ڈالر سے زیادہ کے منصوبوں پر دستخط ہوئے۔ بنگلادیش میں چین کے منصوبوں کی لمبی فہرست ہے، جس میں ریلوے لائن، سڑکیں، پٹن سکیلیں، بندراگاہیں اور بکلی کے منصوبے شامل ہیں۔ بھارت بھی ملک کے شمال مشرقی حصے تک بہتر رسائی کے لیے بنگلادیش کے ساتھ خونگھ اور تعلقات رکھنا چاہتا ہے۔ ملک میں جاری تحریکی اور معافی منصوبے بنگلادیش کے چین اور بھارت کے ساتھ تعلقات مضبوط کریں گے۔

بیلٹ اینڈ روڈ پروگرام کے تحت پاکستان میں جاری منصوبے بھارت کے لیے پریشانی کا باعث ہیں۔ چین پاکستان اقتصادی راہداری کے ذریعے چین کا تجارت کے لیے آئائے ملا کا پرانا احصار کم ہو جائے گا۔ بھارت کے ساتھ کسی مکانہ بحری جہاز پر کی صورت میں گواری کی بندراگاہ چینی بحری کے لیے معاون ہو سکتی ہے۔ دوسری جانب آزاد کشمیر سے گزرنے والی بڑک بھی بھارت کے لیے تشویش کا باعث نئی ہوئی ہے۔ بھارت کا کہنا ہے کہ اس طرح چین نے اپنے ہی بنائے ہوئے عدم مداخلت کے اصول کی خلاف ورزی کی باقی صفحہ نمبر کے

تعلقات ختم نہیں کرے گا۔

دوسری جانب سری لنکا میں بھی بھارت کو اپنے لیے ایک موقع ملا ہے۔ سری لنکا اپنے ساحلی شہر ہاماگوتا میں ایک آنکل ریفارمزری تحریک کرنا چاہتا ہے۔ اس ریفارمزری کی تحریک میں ایک بھارتی کمپنی بھی اپنی ارب ڈالر کی حصہ دار ہے۔ اس ریفارمزری کی تحریک ہاماگوتا کی بندراگاہ کے نزدیک ہی ہو رہی ہے۔ یہ بندراگاہ کی وجہ سے بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے کا حصہ ہے اور بھارت کو اس پر تھنخات ہیں۔ بھارت سمجھتا ہے کہ ہے اور بھارت کو اس پر تھنخات ہیں۔ بھارت سمجھتا ہے کہ بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے کے تحت دیے جانے والے قرضوں کے ذریعے چین سری لنکا پر اپنا اثر و سوخت قائم کرنا چاہتا ہے۔ سری لنکا بھی خاطر خواہ سرمایہ حاصل نہ ہونے کی وجہ سے قرضوں میں کمی کے عوഷ ہاماگوتا کی بندراگاہ ایک چینی کمپنی کو ۹۹ سال کی لیز پر دے دی ہے۔ سری لنکا کی حکومت نے چینی سرمایہ کاری سے مطمئن نہ ہونے کے باوجود فروروی میں بینک آف چانکا سے ایک ارب ڈالر اور ہار لیا ہے تاکہ وہ اپنے پرانے قرض اتنا سکے۔ سری لنکا کی ”بھارت کے ساتھ براہری“ کی خواہش اسے معافی خطرات کے باوجود چینی امداد حاصل کرتے رہنے پر مجبور کرے گی۔

نیپال اور بھوٹان:

بھارت اور چین کے درمیان ہمایہ کا تنازع علاقہ بھی ایک پچھیدہ مسئلہ ہے۔ اس وجہ سے ان بڑی طاقتوں کے درمیان نیپال اور بھوٹان چینی چھوٹی ریاستوں پر دببے کی جگہ شدت اختیار کرے گی۔ ۲۰۱۷ء میں نیپالی وزیرِ اعظم کھرگا پر سا اولی کے اقتدار میں آنے کے بعد سے چین کے بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے میں نیپال کی وجہ پر بڑھ گئی ہے۔ شروع میں نیپال نے ۳۵ منصوبوں کی خواہش ظاہر کی تھی جسے چین کے کہنے پر کم کر کے کر دیا گیا تھا۔

وزیرِ اعظم اولی بھارت سے دوری بھی اختیار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس وجہ سے گزشتہ سال انھوں نے اپنا پہلا غیر ملکی دورہ بھی بھارت کا ہی کیا۔ دوسری طرف بھارت بھی نیپال میں سرمایہ کاری کر رہا ہے، جس میں ۲۰۱۸ء ارب ڈالر کا ہائیڈ روپاور منصوبہ بھی شامل ہے۔ لیکن وزیرِ اعظم اولی کو ان

بھارت عالمی تجارت میں ایک بڑا شرکت دار ضرور ہے لیکن اسے بھی جیں جیسی بڑی طاقت سے گھیرا کے خطرات لائق ہیں۔ چین کے ”بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے“ میں بھارت کے پانچ پڑوی ممالک پاکستان، بنگلادیش، سری لنکا، نیپال اور مالدیپ شامل ہیں۔ بھارت کو تشویش ہے کہ اس منصوبے سے اس کے پڑوی ممالک میں چین کا اثر و سوخت حد سے زیادہ بڑھ جائے گا اور اسے والی بندراگاہیں اور سڑکیں چین کو سکری معاونت بھی فراہم کر سکتی ہیں۔ اس وجہ سے بھارت جنوبی ایشیا میں چین سے ایک قدم آگے رہنے کے لیے بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے کے تحت دیے جانے والے قرضوں کے ذریعے چین سرمایہ کاری کے ذریعیں کر رہا ہے۔ اب تک بھارت نے سرمایہ کاری کے ذریعے ان ممالک میں اپنا اثر و سوخت بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ ان کوششوں میں بھارت کو کچھ اہم کامیابیاں ضرور حاصل ہوئی ہیں لیکن خطے کے چھوٹے ممالک پر چین کی نوازشات کو دیکھتے ہوئے جنوبی ایشیا پر تسلط قائم کرنے کا بھارتی منصوبہ کامیاب ہوتا ہو انظر نہیں آتا۔

مالدیپ اور سری لنکا: اثر و سوخت کی لڑائی کا میدان بھارت اور چین دونوں ہی بحر ہند کے تجارتی راستوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان ممالک کے درمیان مالدیپ اور سری لنکا پر اپنا اثر و سوخت قائم رکھنے کی جگہ شدت اختیار کر جائے گی۔ گزشتہ سال مالدیپ کے اس وقت کے صدر عبداللہ یا مین نے ملک میں ایک جنی نافذ کر دی، بھارت نے ملک میں جسے عباد اللہ یا مین نے تظہرانداز کر دیا۔ اس وقت سے بھارت اور مالدیپ کے تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ ستمبر ۲۰۱۸ء میں ہونے والے انتخابات میں عبداللہ یا مین کو ہرا کراہ ایم گھوٹ صدر بن گئے۔ بھارت نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے مالدیپ کو ۲۰۱۸ء ارب ڈالر کا امدادی بچک دیا۔ ایم ایم گھوٹ صدر عبداللہ یا مین کے دور حکومت میں ملک پر بڑھنے والے قرضوں کی تحقیقات کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ ان قرضوں میں بیلٹ اینڈ روڈ منصوبے کے تحت بننے والے چین مالدیپ دو قبیل کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ لیکن چین سے حاصل ہونے والے فوائد کو دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مالدیپ چین سے